یاایھا الذین آمنوا کونوا قومین بالقسط شھداء للہ ولو علی انفسکم او الوالدین والاقربین (النساء: ۱۳۵)
اے مؤمنوں انصاف کو قائم کرنے والے بن جاؤ اللہ کے لئے گواہ بنتے ہوئے اگرچہ تمہیں اپنے نفس یا والدین یا رشتہ داروں کے خلاف جانا پڑے

محکمہ و اہل نہروان پر ہونے کے والے ناجائز اعتراضات کے جوابات اور قتل عثمان سے واقعہ کربلا تک کی مختصر جامع تاریخ مع حوالہ جات و عقلی و شرعی دلائل

اھل نہروان سے مؤرخین کا تعصب

مصنف: علامہ محمد ظھیر الدین الربانی المتخرج الفاضل

مکتبۃ اھل القرآن والحکمۃ

مقدمہ کتاب

اللہ کے نام سے جو عمومی و خصوصی مہربان ہے ہمارا یہ کتاب لکھنے کا مقصد ان مسلمین کی عزت کی حفاظت کرنا ہے جن پر مؤرخین نے تعصب میں یا اجرت لے کر یا غلط فہمی میں بے بنیاد الزامات لگائے ہیں جب کہ ہم نے انکی طرف سے خیر اور افقہیت اور زبردست قرآن فہمی پائی اور ظالموں کو بے نقاب کرنا ہے تاکہ انکے ساتھ ظالموں والا رویہ ہی رکھا جا سکے جو کہ اللہ کی طرف سے ہم پر فرض کیا گیا ہے پرہیزگاروں کی تعظیم فرض ہے اور ظالموں کی توہین فرض ہے باقی رہا انسان تو انسان یہ رحمن نہیں ہے یہ کبھی خواہش و شیطان کے ہاتھ بہک جاتا ہے غلطی ہر انسان سے ہو سکتی ہے لیکن اسکا یہ مطلب نہیں کہ اگر ہمارا کوئی عزیز کوئی جرم کرے تو ہم اس پر پردے ڈالیں بلکہ ہم پر فرض ہے کہ حق کو حق اور باطل کو باطل کہیں اور حق و باطل کو خلط ملط نہ کریں اور حق نہ چھپائیں اور ہم اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ اللہ ہمیں ان لوگوں میں سے ہی رکھے جو بات کو توجہ سے سنتے ہیں پھر اس میں سے سب سے بہتر کی اتباع کرتے ہیں۔

محکمہ و خوارج کا معنی:

محکمہ یعنی لا حکم الا للہ کہنے والے یعنی " اللہ کے سوا کسی کا فیصلہ قبول نہیں " یہ لقب انہیں دیا گیا ہے جنہوں نے علی بن ابو طالب کی فوج سے علیحدہ اختیار کی اور انکی بیعت توڑ کر نہروان کی طرف چلے گئے۔ انہیں اہل نہروان یا حروریہ یا خوارج یا شرات بھی کہا جاتا ہے۔ حروراء کوفہ کے پاس کے علاقے کا نام ہے جسکی طرف انہیں منسوب کیا جاتا ہے کیونکہ انکے اولین افراد وہیں کے رہنے والے تھے اور شراۃ یعنی "بیچنے والے" یہ لوگ خود کو شراۃ اس وجہ سے کہتے ہیں کہ انہوں نے اپنی آپ کو اللہ کی خوشنودی کے لئے بیچ دیا ہے وقف کردیا ہے اور خوارج کا معنی ہوتا ہے "نکلنے والے لوگ" انہیں اسوجہ سے خوارج کہا جاتا ہے کہ یہ علی بن ابو طالب کی بیعت سے نکل گئے تھے اور وہ خود کو اس معنی میں خوارج کہتے تھے کہ وہ اللہ کی راہ میں نکلنے والے لوگ ہیں اور اسوجہ سے کہ وہ ظالم جابر سلطانوں کے خلاف بغاوت کرتے تھے اور اس معنی میں بھی کہا گیا کہ وہ علی بن ابو طالب کی ثالث بنانے والے معاملے کی گمراہی سے نکل گئے تھے تو اس معنی میں تو ہر مسلم کو خارجی ہونا چاہیئے اور انکے مخالفوں نے انہیں اس معنی میں خوارج کہا کہ یہ دین سے نکل گئے ہیں۔

ہم اس کتاب میں مرکزی طور پر محکمہ اولی یا اہل نہروان پر بات کریں گے جنہیں انکے مخالفوں نے خصوصا بنو امیہ و بنو عباس کے ظالم سلطانوں نے خوارج کا لقب دیا اور اپنی حکومت کو برقرار رکھنے اور لوگوں کو اہل حق سے متنفر رکھنے کے لئے بہت ساری جھوٹی باتیں رسول اللہ کے نام پر بنائی گئیں اور انہی مذہبی رنگ میں رنگ دیا گیا کیونکہ انسان اپنے مذہب کا سب سے زیادہ پکا ہوتا ہے اور مؤرخین جنہوں نے تاریخ کی کتابیں لکھی ہیں وہ اکثر بنو امیہ اور بنو عباس کے زیر اثر رہے ہیں اور ظاہر ہے کوئی سلطان اپنی حکومت و ریاست میں ایسی تحریرات و کتابیں پسند نہیں کرتا جو اسکی حکومت کو منہدم کرتی ہوں اور اس کے خلاف بغاوت و خروج پر ابھارتی ہوں خصوصا حجاج بن یوسف جیسے شخص کی زیر قدرت تو ظاہر ہے محکمہ کے دلائل اور انکی حقیقت تو تاریخ دان اپنی کتابوں میں نہیں لکھیں گے لیکن ہم اس کتاب میں شیعہ، سنی اور اباضی (یہ محکمہ یعنی خوارج کی ایک شاخ ہے) انکی کتابوں سے تاریخ پیش کریں گے پھر

فیصلہ آپ خود کریں کیونکہ ہر مذہبی جماعت کی اپنی تاریخ ہے اور یہ بھی بتائیں گے کہ ہمارے نزدیک کونسی بات عقلاً صحیح ہے اور کس خبر پر فیصلہ ہوسکتا ہے۔

صحابی رسول کسے کہتے ہیں :

صحابی کی تعریف علماء کی رائے میں مختلف ہے ہمارے نزدیک ہر مؤمن ہی رسول اللہ کا صحابی ہے کیونکہ وہ مذہب و نصرت میں اپنے نبی کا ساتھی ہے اور شیعہ کی رائے میں صحابہ مسلمین کی اس جماعت کو کہا جاتا ہے جنہوں نے رسول اللہ کی زیارت کی ہو اور آخر عمر تک ایمان پر باقی رہے ہوں۔ رسول اللہ کے اصحاب کی تعداد ایک لاکھ تک بیان کی جاتی ہے۔

اہل سنت کے عقیدے کے مطابق تمام صحابہ عادل تھے اور اگر کبھی ان میں سے کوئی غلطی یا گناہ کا ارتکاب کرتے تو اسے اجتہاد میں غلطی کے نام سے تعبیر کرتے ہیں۔ لیکن شیعوں کے نزدیک اصحاب رسول دوسرے مسلمانوں کی مانند ہیں ہر صحابی کی عدالت معتبر طریقے سے ثابت ہونی چاہیے۔

حق یہ ہے کہ جب بھی کوئی صحابی گناہ کرتا ہے تو وہ فاسق مرتد ہوجاتا ہے اور اسکی صحابیت ضائع ہوجاتی ہے اور اسکا احترام کرنا حرام و کفر ہوجاتا ہے اسکو خلیفہ و امیر بنانا تو بہت ہی بڑا جرم و شرک اعظم ہے اور اسکے گناہوں پر پردہ ڈالنا تو بہت بڑی بات ہے پھر اسکی عزت و حرمت تب تک نہیں لوٹے گی جب تک وہ اپنے گناہوں سے صحیح توبہ نہ کرلے اور توبہ اعلانیہ ہونی چاہئے تاکہ جنکو توبہ کا علم نہ ہوا انہیں بھی علم ہوجائے اور وہ بھی اسے مؤمن سمجھنے لگیں اور جب شخص جان کر کسی سابقہ صحابی کے فاسق ہونے کے باوجود اسکا احترام کرے وہ بھی کافر ہے کیونکہ اللہ کا فیصلہ ہے کہ اسکے نافرمانوں پر اسکی لعنت ہے لہذا انکی کوئی عزت نہیں ساری عزت اللہ کی ہے اور اس قانون کے مخالف جانے والا اللہ کا قانون شکن اور اس سے کفر کرنے والا ہے۔عہد اول کا صحابی اور باقی زمانوں کے صحابی سب ہی اللہ کے حضور برابر ہیں اللہ انسانوں میں فرق صرف تقوے و اتباع دین کے حساب سے کرتا ہے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ کسی نے رسول کو دیکھا یا ان سے ملاقات کی ہو بلکہ جنہوں نے رسول کو نہیں دیکھا اور وہ دین پر قائم ہیں تو وہ اس اعتبار سے متاخر مؤمنین دور رسول کے مؤمنوں سے بہتر ہیں کہ وہ بغیر رسول کو دیکھے ہی ان پر عملی و قلبی ایمان رکھتے ہیں۔

قتل عثمان کا معاملہ

محکمہ پر بات کرنی ہے تو شروع سے شروع کرنا ہوگا کیونکہ ایک سانحہ دوسرے سانحہ سے زنجیر کی کڑیوں کی طرح جڑا ہوا ہے لہذا ہم قتل عثمان کے معاملے سے آغاز کریں گے کہ یہ کیوں ہوا کیسے ہوا کس نے کیا اور کون کون اس سے متفق تھا اور کون غیر متفق تھا اور اس سے سب سے بڑا فائدہ کس کو ہوا۔

قتل عثمان بن عفان کا واقعہ 35 سن ہجری کو ہوا انہیں اس حکومت کے باغیوں نے قتل کیا دراصل یہ بغاوت اہل مصر و کوفہ و بصرہ اور بعض اہل مدینہ کی طرف سے تھی۔ بغاوت کی وجہ عثمان بن عفان کی سیاسی یا پھر شرعی غلطیاں تھیں یہ بغاوت اہل مصر کی طرف سے شروع ہوئی انکا کہنا یہ تھا کہ اسلامی سلطنت عثمان صحیح طرح نہیں چلا رہے ہیں انہوں نے حکومتی عہدوں پر اپنے رشتے

داروں کو براجمان کر رکھا ہے اور بیت المال کا بڑا حصہ اپنے اموی رشتے داروں کو عطا کر دیا ہے اور سلطنت کو بنو امیہ اسٹیٹ بنا دیا ہے اور اموال مسلمین میں کرپشن ہو رہی ہے اور انکے رہتے انکی سلطنت میں حرام کام ہو رہے ہیں اور یہ ہونے دے رہے ہیں مثلا

1) ولید بن عقبہ یہ عثمان کے اخیافی بھائی تھے انہیں کوفہ کا گورنر بنا دیا
2) عبد اللہ بن عامر یہ انکے ماموں زاد بھائی ہیں انہیں بصرہ کا گورنر بنا دیا
3) عبد اللہ بن ابی سرح یہ انکا رضاعی بھائی تھے انہیں مصر کا گورنر بنا دیا
4) معاویہ بن ابو سفیان یہ بنو امیہ سے تھے انہیں شام کا گورنر رکھا ہے
5) مروان بن حکم یہ انکا چچا زاد اور داماد تھا اسے کاتب کا عہدہ دے دیا
6) سعید بن عاص یہ بھی بنو امیہ سے تھے انہیں کوفہ کا گورنر بنا دیا

اہم عہدوں پر عثمان کے رشتہ داروں کی تقرری اور اسی طرح انکا طرز حکومت بہت سے مسلمین کے احتجاج کا باعث بنا حالانکہ بحسب تاریخ عبد اللہ بن عامر پہلے مرتد ہو چکا تھا اور ولید بن عقبہ کو فاسق مانا جاتا تھا اور مروان بن حکم کو اس کے باپ سمیت رسول اللہ نے مدینہ سے نکال دیا تھا مگر عثمان انہیں مدینہ واپس لے آئے اور کاتب کا عہدہ دے دیا اور شاید اپنا داماد بھی بنا لیا۔ عثمان کا اہم ترین مسئلہ بیت المال سے نوازشات کو قرار دیا گیا ہے انہوں نے بنو امیہ کو بہت زیادہ مال و اسباب عطا کیا مثال کے طور پر انہوں نے افریقہ کا خمس مروان بن حکم اور بعد میں عبد اللہ بن ابو سرح کو دے دیا اسی طرح بہت سا مال حارث بن حکم، حکم بن ابی العاص، عبد اللہ بن خالد بن اسید کو دے دیا یہ سب بنو امیہ سے تھے اس سے معاشرے پر منفی اثرات مرتب ہوئے۔

واقعے کی تفصیل

ماخذ کے حساب سے مصر کی گورنری سے عمرو بن العاص کو معزول کرنے اور اس جگہ عبد اللہ بن ابو سرح کی تقرری کے بعد لگ بھگ چھ سو مصری احتجاج کی غرض سے مدینہ آ گئے اور یہ عثمان کے خلاف عملی بغاوت کا آغاز تھا۔ بعض مؤرخین نے بیت المال کی تقسیم میں خلیفہ کی اقربا پروری کو اس کے خلاف بغاوت کا سبب قرار دیا ہے مظاہرین نے مدینہ روانگی کے بعد خطوط ارسال کر کے مزید لوگوں کو بھی مدینہ بلا لیا۔ جب مخالفین مدینہ کے نزدیک پہنچے ان میں محمد بن ابو بکر بھی تھے یہ مظاہرین اس وقت آئے جب انکی فوج ان سے اجازت لے کر حج پر جا چکی تھی اور انکا مطالبہ تھا کہ انہیں مصر کا گورنر بنایا جائے تو عثمان نے علی بن ابی طالب کو ان لوگوں کو واپس مصر بھیجنے کا ذریعہ بنایا اور تاریخ کے مطابق عثمان بن عفان نے ان مظاہرین سے یہ معاہدہ کیا کہ وہ محمد بن ابو بکر کو گورنری دے رہے ہیں اور بیت المال کی غلط تقسیم نہیں کریں گے اور جلا وطن افراد کو واپس لایا جائے گا اور حکومتی عہدوں پر امانتدار اور با صلاحیت لوگوں کو مقرر کریں گے اور اسکے ساتھ ساتھ عثمان منبر پر جا کر اپنے اعمال سے توبہ و استغفار کرنے لگے اور لوگوں کو اپنا گواہ بنا لیا یہ سب دیکھ کر مظاہریں ٹھنڈے ہو گئے اور واپس اپنے شہر جانے لگے۔

مظاہرین نے مدینہ سے مصر کی طرف واپسی کے دوران راستے میں خلیفہ کے غلام کو پایا جس نے ایک خط چھپا رکھا تھا

انہیں اس پر شک ہوا انہوں نے اسے پکڑ لیا اور زبردستی خط پڑھا تو اس خط میں مصر کے گورنر کو خلیفہ کا حکم تھا کہ جیسے ہی یہ مظاہرین مصر پہنچیں تو محمد بن ابو بکر کو قتل کرڈالو اور ان لوگوں کو قید کردو اور اس پر خلیفہ کی مہر ثبت تھی تو مظاہروں نے مدینہ واپس آکر ہنگامہ کردیا اور کوفی و بصری باغی بھی خبر ملتے ہی واپس مدینہ آگئے مظاہرین علی کے پاس گئے اور انہیں اس سے خبردار کیا اور اسکے ساتھ عثمان کے پاس گئے تو انہوں نے اس سے صاف انکار کردیا کہ نہ میں نے یہ خط لکھا ہے اور نہ مجھے اسکی خبر ہے لیکن مظاہرین کو اطمینان نہیں ہوا مظاہرین نے توبہ توڑنے کا حوالہ دے کر کہا ہم عثمان کی معزولی سے کم پر راضی نہیں ہونگے اس میں راہ میں قتل ہوجائیں گے یا عثمان کو قتل کردیں گے۔

مظاہرین نے عثمان کے گھر کا محاصرہ کرلیا اور گھر کے اندر غذا اور پانی لے جانے پر پابندی لگادی کہ وہ اپنے عہدے سے معزول ہوجائیں محاصرہ کرنے والوں میں کوفہ و بصرہ اور مصر والوں کے ساتھ بعض اہل مدینہ بھی تھے انہوں نے انکے گھر کا محاصرہ چالیس دن کر کررکھا اور اسی اثنا میں انہوں نے معاویہ اور ابن عامر کو خطوط لکھ کر مدد کی درخواست کی اور اس وقت علی اور حسن اور عبد اللہ بن زبیر اور مروان بن حکم انکے گھر کی دیکھ بھال کررہے تھے اور جناب عثمان نے علی و طلحہ و رسول اللہ کی بیوہ خواتین سے پانی کی درخواست کی علی اور ام حبیبہ وہ پہلے افراد تھے جنہوں نے پانی پہنچانے کی سعی کی لیکن انہیں روک دیا گیا پانی و غذا روکنے پر علی بن ابی طالب نے انکی مذمت کی پھر معاویہ بن ابو سفیان کی طرف بارہ ہزار کا لشکر آیا لیکن انہیں یہ حکم دیا گیا کہ اگلا حکم ملنے پر شام کی سرحد پر انتظار کریں اس سپاہ نے مدینہ پہنچ کر خلیفہ کی مدد کرنے میں کوتاہی کی پھر جب شام کا قاصد عثمان کے پاس اس کی خبرگیری کیلئے آیا تو عثمان نے کہا کہ تم میرے قتل کے منتظر ہو تاکہ خود کو میرے خون کا ولی قرار دو اور علی بن ابی طالب معاویہ بن ابو سفیان کو قتل عثمان میں کوتاہی کرنے والا مانتے تھے اور کہتے ہیں کہ طلحہ قتل عثمان کے معاملے میں کھل کر مددگار تھے اور ایک باغی گروہ کی امداد بھی کی اور جناب عائشہ نے کہا کہ عثمان کو مارڈالو وہ کافر ہوچکا ہے۔مروان بن حکم نے عائشہ سے درخواست کی کہ وہ خلیفہ اور باغیوں کے درمیان صلح کروادیں، تو جناب عائشہ نے حج کا عذر پیش کرکے کہا میں چاہتی تھی کہ عثمان کے ٹکڑے ٹکڑے کرکے اسے دریا برد کردوں لیکن انکی موت کے بعد انہوں نے اپنی رائے تبدیل کرلی تھی خیر پھر محمد بن ابو بکر دیگر ساتھیوں کے ہمراہ خلیفہ عثمان کے گھر میں گھسے اور محمد بن ابو بکر نے اسے چھوڑ دیا اور ان میں سے کسی نے انہیں قتل کردیا اور اسی دوران انکی بیوی نائلہ کی انگلیاں کٹ گئیں تھیں پھر جنازہ تین دن تک دفن نہیں ہوا پھر کچھ لوگ اسے بقیع دفن کرنے کے لئے لیجانے لگے تو کچھ لوگوں نے اسے وہاں دفن نہ ہونے دیا حتی کہ اسے خش کوکب یعنی یہودیوں کے قبرستان میں دفن کیا پھر بعد میں اس جگہ کو معاویہ سے بقیع میں شامل کروادیا۔

سنی تاریخ اور اسکا عقلی جائزہ

سنی اس تاریخ سے توڑا اختلاف کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ

1) یہ قتل اور زندان کا پروانہ مصر کے گورنر کی طرف خلیفہ عثمان نے نہیں بھیجا تھا بلکہ انکے نام سے مروان بن حکم نے بھیجا تھا لیکن یہ بات چند وجوہ سے بلکل غیر معقول ہے:

1) یہ بعید از عقل ہے کہ خلیفہ کو اپنے خط پر ہی قدرت نہیں ہے کہ کوئی اور انکے نام سے قتل کا پروانہ ارسال کردیتا ہے اور انہیں علم ہی نہیں ہے یہ مشکل ہے جب کہ انکی سلطنت منظم و مضبوط تھی اور انکے گورنر صاحب فتوحات تھے اور بھی عجیب بات ہے کہ عثمان اتنی بھولی شخصیت تھے کہ مروان بن حکم پر اعتماد کرلیا یہ بات بھی ہضم نہیں ہوتی ۔

2) اگر وہ خط جناب عثمان کا نہیں تھا تو اس خط پر انکی مہر کیسے ثبت ہوگئی ! اور یہ کہنا بھی عقل سے بعید ہے کہ مہر بھی کسی اور نے لگادی تھی کیونکہ اس سے تو خلیفہ کی اہلیت پر بڑا سوال اٹھاتا ہے جو خلیفہ اپنی مہر نہ سنبھال سکے وہ خلافت کا اہل نہیں ہوسکتا لیکن وہ محتاط اور اہل شخص تھے تو پھر خط انہی کی طرف سے تھا اور اسطرح مسلمین کے قتل و قید کا پروانہ بھیجنا زمین میں ناحق فساد کی کوشش کے زمرے میں آتا ہے اور اس حالت میں اللہ کا حکم یہ ہے کہ اگر ایسا شخص مقدور ہونے سے قبل توبہ کرلیتا ہے تو توبہ قبول ہے ورنہ نہیں لیکن تاریخ کی رو سے جناب عثمان نے مقدور ہونے کے بعد توبہ کی تو باغیوں نے توبہ قبول نہ کی اور سعی فساد کی ایک سزا قتل بھی ہے ۔

3) اگر مروان ہی قصوروار تھا تو خلیفہ نے مروان کے خلاف اپنے لوگوں کی حفاظت میں کاروائی کرکے اس سے حقیقت کیوں نہیں اگلوائی اور اسکی قطعی خبر باغیوں کو دی ہوتی تاکہ ان پر حقیقت آشکار ہوجاتی اور وہ پیچھے ہٹ جاتے !

4) اگر واقعی مروان نے وہ خط لکھا تھا اور خلیفہ کی مہر بھی ثبت کی تھی تو مدینہ میں متعدد فقہاء و محققین موجود تھے ان میں سے کسی نے بھی تحقیق کرکے باغیوں کے سامنے حقیقت کو پیش کرکے انہیں مطمئن نہیں کیا کہ قتل کا پروانہ عثمان کی طرف سے نہیں تھا !

2) بعض سنی حضرات کہتے ہیں کہ جناب عثمان باغیوں سے جنگ کرنے پر قادر تھے لیکن جنگ یوں نہیں کی کہ رسول اللہ کا شہر مدینہ خون سے بھر جائے گا ۔ یہ بات اس وجہ سے قابل اعتراض ہے کہ :

اگر ہم حق پر ہوں تو اللہ نے ہم پر دفاع میں لڑنا فرض کیا ہے لہذا اگر وہ حق پر تھے اور قتال پر قادر تھے تو ان پر فرض تھا کہ قتال کریں وہ کیوں بیٹھے رہے ! قریب العقل یہ ہے کہ وہ قتال پر قادر نہیں تھے یا پھر وہ خود کو حق پر نہیں سمجھتے تھے ورنہ ضرور باغیوں سے لڑتے اور باغی انکی توبہ بھی قبول نہیں کررہے تھے اور معاویہ کا لشکر اسکی اجازت پر موقوف تھا اور انہیں خلیفہ کا حکم نہیں پہنچ رہا تھا کیونکہ وہ مدینے کے آس پاس نہیں بلکہ شام کی سرحد پر تھے اور باغیوں نے عثمان کا محاصرہ کیا ہوا تھا اور جو بھی ہورہا تھا وہ باغیوں کی اجازت سے ہورہا ہے ۔

3) سنی حضرات اس پورے واقعے میں عبد اللہ بن سبا نامی شخص کو بیچ میں لاتے ہیں کہ یہ شخص یہودی سے مسلم ہوا تھا اس نے یہ ساری چال چلیں تھی یہ کوفہ و شام میں کوشش کرکے عاجز آگیا تو مصر چلا گیا اور وہاں سے یہ سب کاروائی کردی اور اس نے جعلی خطوط کے ذریعے یہ افواہ پھیلا دی ۔ یہ بہت ہی بچکانہ بات ہے کہ ایک یہودی شخص جو نیا نیا اسلام لیا ہے وہ تھوڑے عرصے میں یا چند سالوں میں پوری سلطنت اسلامیہ کو پارہ پارہ کردیتا ہے اور سنی تاریخ پڑھیں تو ایسا لگتا ہے کہ سب کچھ عبد اللہ بن سبا اور اسکے لوگ کررہے ہیں اور باقی بڑے بڑے گورنر اور فقہاء ، محققین ، فاتحین اور مستبصرین اسکی چالوں کا شکار ہوگئے اور عبد اللہ بن سبا کی کٹھپتلی بن کررہ گئے ہیں ! تو قریب العقل بات یہ ہے کہ ظالم اسلاف کو مذمت سے بچانے کے لئے سارا نزلہ سنی حضرات نے عبد اللہ بن سبا نامی شخص پر ڈال دیا

ہے جسکا صحیح سے اتا پتا کچھ نہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ عبد اللہ بن سبا کے لوگوں نے معاویہ کو بھی جنگ صفین پر ورغلادیا تھا سبحن اللہ یہ تو ممکن ہی نہیں کیونکہ معاویہ تو قاتلین عثمان کے خلاف تھے اور قتل عثمان کا انتقام لینے کے لئے ہی جنگ صفین کی اور ابن سبا کے لوگ تو انکی تاریخ کے حساب سے قاتلین عثمان کے حامی اور اس میں شامل تھے اس سے صاف ہوجاتا ہے کمزور باتیں کرکے بعض لوگوں کی برائیوں و مظالم پر پردے ڈالے جارہے ہیں اور حقیقت مخفی رکھی جارہی ہے ظالم کو ظالم کہنا اور اس سے امتیازی سلوک کرنا ضروری ہے۔

علی بن ابی طالب کا خلیفہ بننا

باغی یا انکی ایک جماعت یہ چاہتی تھی کہ عثمان کے بعد علی بن ابو طالب خلیفہ بنیں اور انہوں نے زبردستی لوگوں سے علی کی بیعت لینے کی بات کی اور یہ کہا گیا کہ علی بن ابو طالب نے بیعت قبول نہیں کی یا لوگوں نے انکی بیعت نہیں کی تو وہ لوگوں کا قتل عام شروع کردیں گے یا پھر باغی علی بن ابو طالب کی خلافت کے طلبگار تھے اور یہ باغی بہت بڑی تعداد میں تھے جیسا کہ ہم نے بتایا کہ کوفہ و بصرہ و مصر اور بعض اہل مدینہ بھی اس میں شامل تھے اور قرن اول کے اصحاب رسول کی ایک تعداد بھی اس میں شامل تھی اور یہ بلکل ظاہر ہے کیونکہ باغیوں کی تعداد بہت زیادہ تھی صرف اہل شام ہی اس میں شریک نہیں تھے باقی قریب سارے لوگ اس میں شامل تھے تو ظاہر ہے کہ قرن اول کے صحابہ بھی اس میں شامل ہونگے جیسے محمد بن ابو بکر کا نام لیا جاتا ہے جو عائشہ کے بھائی تھے اور وہ علی بن ابو طالب کو امام بنانا چاہتے تھے تو علی نے باہمی مشورے سے خلافت قبول کرلی اور عائشہ نے بھی انکی بیعت کرلی تھی اور بحسب تاریخ طلحہ اور زبیر سے تلوار کی نوک پر بیعت لی گئی لیکن معاویہ بن ابو سفیان اور دیگر لوگوں نے بیعت نہیں کی تھی اور اخبار الطوال میں ہے کہ ابو مسلم خولانی نے معاویہ کا خط لا کر علی بن ابو طالب سے عثمان کے قاتلوں کے حوالے کرنے کی درخواست کی تھی تب بھی مسجد کوفہ میں موجود تمام افراد نے کھڑے ہوکر کہا تھا: "ہم سب عثمان کے قاتل ہیں" اور صفین میں یہی واقعہ دہرایا گیا اور سپاہ علی میں سے 20000 افراد نے الگ ہوکر کہا: "ہم عثمان کے قاتل ہیں"۔

جنگ جمل یا جنگ ناکثین

اس کے بعد جنگ جمل 36 سن ہجری میں واقع ہوئی یہ جنگ علی اور اسکے ساتھیوں اور جناب عائشہ و طلحہ و زبیر اور انکے ساتھیوں کے درمیان ہوئی جمل عربی لفظ ہے اردو میں اسکا معنی اونٹ ہے اس جنگ میں جناب عائشہ ایک سرخ اونٹ پر سوار تھیں اور اسے جنگ ناکثین بھی کہلاتی ہے ناکثین عہد توڑنے والوں کو کہتے ہیں کیونکہ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے علی سے بیعت کرکے اسے توڑدیا تھا اور خلیفہ برحق اور جماعت مسلمین کے خلاف قتل و قتال کیا انکا مطالبہ یہ تھا کہ قتل عثمان کا قصاص لیا جائے ورنہ ہم قتال کریں گے جناب عائشہ پہلے جناب عثمان کے خلاف تھیں پھر انہوں نے اپنا موقف بدل لیا اور موقف یوں بدل لینے پر بیوہ رسول ام سلمہ نے انکی مذمت کی کہ تم لوگوں کو عثمان کے قتل پر اکساتی رہیں اور آج ایسا کہہ رہی ہو جناب عائشہ نے جواب دیا کہ جو کچھ اب کہہ رہی ہوں اس سے بہتر ہے جو اس وقت کہہ رہی تھی اور خون عثمان کا مطالبہ کرنے لگیں اور اس قتل کا ذمہ دار علی بن ابو طالب کو ٹھراتی تھیں۔

تاریخ طبری، نہج البلاغۃ، ابن قتیبہ اور انساب الاشراف میں ہے کہ طلحہ اور زبیر جو ابتداء میں خلافت پر نظریں جمائے ہوئے تھے؛ جب کامیاب نہ ہوئے اور خلافت علی تک پہنچی تو اس امید میں تھے کہ آپؑ خلافت کے امور میں انہیں بھی شریک کریں گے اور کم از کم کسی صوبے کی گورنری انہیں بھی ملے گیا اپنی اسی خام خیالی کو عملی جامہ پہنانے کیلئے انہوں نے حضرت علیؑ سے بصرہ و کوفہ یا عراق و یمن ان کے سپرد کرنے کو کہا لیکن علی انہیں اس کام کیلئے شائستہ نہیں سمجھتے تھے۔ علی کی خلافت کے چار ماہ گزرنے کے بعد جب طلحہ اور زبیر اس نتیجے پر پہنچے کہ علی کی خلافت اور طرز حکمرانی کی وجہ سے لوگ ان دونوں سے دور ہوگئے ہیں اور اب مدینہ میں ان کیلئے کوئی مقام نہیں ہے تو انہوں نے امام سے عمرہ کیلئے مکہ جانے کی اجازت مانگ لی۔ اس وقت علی سمجھ گئے تھے کہ یہ دونوں عمرہ کیلئے نہیں بلکہ بغاوت اور بیعت شکنی کیلئے جا رہے ہیں۔

طلحہ و زبیر نے عائشہ سے عثمان کے قاتلوں سے جو اس وقت علی کے قریبی دوستوں اور آپ کے لشکر کے سپہ سالاروں میں سے ہیں ان سے قصاص لینے کے لئے انکا ساتھ دینے کی درخواست کی اور انہوں نے انکی درخواست قبول کرلی۔ اصحاب جمل عبد اللہ بن عامر بصرہ کی طرف روانہ ہوئے اسکے علاوہ بصرہ کے لوگ طلحہ و زبیر کے حامی تھے اور خود عبد اللہ بن عامر کے بھی وہاں یار و مددگار تھے یوں تین ہزار سپاہیوں کا لشکر نکلنے کے لئے آمادہ ہوا جن میں نو سو کے قریب مکہ و مدینہ کے لوگ تھے پھر جب بصرہ والوں کو انکی آمد کا علم ہوا تو انہوں نے خلیفہ سے اختلاف کا سبب پوچھا تو انہوں نے خلیفہ عثمان کے قتل کا واقعہ بتایا۔ وہاں علی کو انکی نقل و حرکت کی خبر پہنچی تو انہوں نے جنگ کیلئے تیار ہونے کی دعوت دی اور لوگوں نے بھی اس دعوت پر لبیک کہا پھر اسکے بعد علی نے مدینے میں سہل بن حنیف کو اپنا جانشین مقرر کیا اور خود سات سو سپاہیوں کے ساتھ مدینے سے باہر نکلے اور مخالفین کو پانے تک درمیان سفر میں بہت سے قبیلے خلیفہ کے ساتھ ملحق ہوگئے اور مدینے سے آپکے لئے اسلحہ وغیرہ لایا گیا اور بعض گروہ نے اس جنگ میں کسی کا بھی ساتھ نہ دیا۔ ایک روایت کے مطابق خلیفہ کے سپاہیوں کی تعداد انیس یا بیس ہزار تھی جبکہ مخالفین کی تعداد تیس ہزار یا اس سے زیادہ تھی۔

دونوں گروہ بصرہ میں ایک دوسرے کے روبرو ہوئے اور کہتے ہیں کہ خطوط اور مذاکرات کے ذریعے صلح کی کوششیں بھی ہوئیں لیکن وہ بے سود رہیں خیر پھر جنگ کا آغاز ہوا اور رات تک اصحاب جمل مغلوب ہوگئے اور زبیر اور انکے بیٹے طلحہ کی اس جنگ میں موت ہوئی اور عائشہ بنت ابو بکر کو کجاوے سے باہر لایا گیا اور انکی سرزنش کی اور اسکے بعد انکے بھائی محمد بن ابو بکر کے ذریعے اسے بصرہ روانہ کردیا اور کہا جاتا ہے کہ وہ اس جنگ کرنے پر ندامت کرتی تھیں۔

تبصرہ اور عقلی جائزہ

اس پوری تاریخ میں چند باتیں قابل بحث ہیں:

1) دیکھا جائے تو علی بن ابو طالب خلیفہ عثمان کے باغیوں و قاتلوں کے خلیفہ تھے سوائے چند کو چھوڑ کر اور انہوں نے ہی انہیں خلیفہ بنایا تھا اور خلیفہ علی خلیفہ عثمان کو غلطی پر مانتے تھے اور قریب العقل یہ ہے کہ علی قاتلین عثمان کو مجرم نہیں سمجھتے تھے بلکہ اجتہادی خطا پر سمجھتے تھے یا پھر حق پر سمجھتے تھے اور ان سے متفق تھے اگرچہ وہ قتل کی نقل و حرکت میں شریک نہ ہوں اور اس بنیاد پر کسی مومن کا

قتل نہیں کیا جاسکتا تھا تو اسہی وجہ سے وہ قاتلین عثمان سے الگ نہیں ہورہے تھے بلکہ انکے خلیفہ بنے رہے اس سے بری نہیں ہوئے ورنہ اگر علی قاتلین عثمان کے خلاف رد عمل نہ کرنے پر مجبور تھے تو کم از کم انکی خلافت و حمایت سے بری تو ہوجاتے اور وہ انکے ساتھ مل کر جنگ جمل و جنگ صفین میں بے شمار مخالفین کو قتل نہ کرتے اور باغیوں اور قصاص کے طلبگاروں کے راستے سے ہٹ جاتے کیونکہ یہ ہی حق ہے ورنہ تو پھر یہ کہا جائے گا کہ علی ظالموں کے ساتھی تھے اور کھل کر انکا ساتھ دیا لیکن انہوں نے تو جنگ جمل و صفین میں شرکت کی اور باغیوں کے مخالفوں کو قتل کیا ۔

2) سنی حضرات کا کہنا ہے کہ علی نے کہا میں قتل عثمان کا قصاص نہ لینے پر مجبور ہوں جیسے ہی حالات سازگار ہوں گے اور میں باغیوں کے بغیر صاحب قوت ہوجاؤں گا تو ان سے قتل عثمان کا بدلہ لونگا لیکن یہ بات ہضم نہیں ہوتی کیونکہ اگر انہوں نے ایسی کوئی بات کہی ہوتی تو وہ بھی شاید زندہ نہیں ہوتے انہیں بھی باغیان عثمان قتل کردیتے اور دوسرے کو خلیفہ بناتے انہوں نے کبھی قصاص لینے کی بات نہیں کی ہوگی ۔

3) سوال یہ اٹھتا ہے کہ جنگ جمل میں کون حق پر تھا ؟ اس جنگ میں خلیفہ علی کے خلاف آنے والی جماعت انکی بیعت توڑچکی تھی اسہی وجہ سے انہیں ناکثین کہتے ہیں اور طلحہ و زبیر سے تو جبرا بیعت لی تھی لیکن علی بن ابو طالب کی بیعت و اطاعت ان دونوں پر بھی طوعا و کرھا واجب تھی اور نہ کرنا کفر ہے کیونکہ وہ امیر المؤمنین بنائے جاچکے تھے تو انہوں نے جب بیعت کرلی تھی اب خلیفہ کی بیعت توڑنا حرام و کفر ہے جب تک وہ کوئی گناہ نہ کرے اور اگر گناہ کرلے تو اس سے توبہ طلب کی جاتی ہے اور سمجھایا جاتا ہے پھر توبہ کرلے تو دوبارہ بیعت کی جاسکتی ہے لیکن علی نے قتل عثمان کا قصاص نہ لے کر کوئی گناہ نہیں کیا تھا اس پر تو شیعہ و سنی دونوں کا اتفاق ہے میرے خیال میں محکمہ و معتزلہ کا بھی اتفاق ہے تو جب انہوں نے کوئی گناہ و ظلم نہیں کیا تو اصحاب جمل کا خلیفہ کی بیعت توڑنا کیسے حلال ہوا ؟ پھر صرف بیعت نہیں توڑی بلکہ جماعۃ المسلمین کے خلاف لشکر کشی بھی کردی اور بے شمار مسلمین قتل و غارت کا شکار ہوئے تو جماعت علی پر فرض تھا کہ وہ قتال کرتے حتی کہ وہ پکڑے جانے سے قبل توبہ کرلیں یا قتل کردیئے جائیں لیکن عائشہ کو چھوڑدیا گیا شاید انہوں نے پکڑے جانے سے قبل توبہ کرلی ہو تو ظاہر ہے کہ جنگ جمل میں علی اور انکے ساتھی حق پر تھے ۔

اصحاب جمل کے بارے میں معتزلہ کی رائے :

ابن ابو الحدید کے مطابق معتزلہ اصحاب جمل کو فاسق فاجر جہنمی مانتے ہیں سوائے طلحہ و زبیر اور عائشہ کے کیونکہ وہ انکی توبہ کے قائل ہیں لیکن سارے اصحاب جمل کی جہنمی سمجھتے ہیں اور ہماری رائے یہ ہے کہ اس جنگ جمل میں اصحاب جمل غلطی پر تھے لیکن ہمیں یہ بات قطعی نہیں کہ یہ غلطی ظالمانہ طور پر تھی یا اجتہادی غلطی تھی لہذا ہم انکے حوالے سے سکوت کرتے ہیں ۔

جنگ صفین

یہ جنگ 37 سن ہجری میں رقہ کے مقام پر ہوئی جو فی الحال شام میں داخل ہے ۔جب علی نے معاویہ اور شام کے دیگر رؤوسا کو بیعت کرنے کا پیغام بھیجا کہ انہیں مسلمانوں کی بہت بڑی تعداد یا اکثریت نے اپنا خلیفہ مان لیا ہے لہذا آپ حضرات بھی میری

بیعت کرلیں اور شام کی گورنری کی عہدے سے ہٹ جائیں اور انہوں نے شام کا گورنر عبد اللہ بن عباس کو بنایا لیکن معاویہ بن ابو سفیان نے جواب یہ بھجوایا کہ ہم بیعت کرلیں گے بشرطیکہ آپ قتل عثمان کا قصاص لیں اور علی قصاص نہیں لینے والے تھے جیسا کہ ہم نے جناب عائشہ کا قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے عثمان بن عفان کو کافر قرار دیا تھا اور علی کی بیعت کرلی تھی مؤرخین کہتے ہیں وقت گذرتا گیا لیکن ان لوگوں نے بیعت نہیں کی اور معاویہ نے گورنری نہیں چھوڑی تو علی اور انکے ساتھیوں نے معاویہ اور اہل شام کے خلاف قتال کا آغاز کیا اور مالک بن اشتر کو اس فوج کا سپاہ سالار بنایا اور اہل شام کی طرف روانہ کیا جنگ شروع ہوگئی اور اسی جنگ میں عمار بن یاسر کو جماعت معاویہ نے قتل کیا پھر جب وہ کمزور پڑنے لگے تو عمرو بن العاص نے دیکھا کہ اہل عراق کا معاملہ سخت ہوگیا ہے اور وہاں سے ہلاکت کا خوف ہے تو اس نے معاویہ کو کہا کیا آپ کے پاس کوئی چال ہے جس سے ہم انکے درمیان تفرقہ ڈال سکیں ؟ اس نے کہا ہاں ہم قرآن کو بلند کریں گے پھر ہم کہیں گے کہ اسے صلح کا حکم و فیصل بنالو تو ان میں سے بعض لوگ اسے قبول نہیں کریں گے لیکن بعض لوگ ضرور قبول کرلیں گے تو یوں پھوٹ پیدا ہوگی پھر انہوں نے نیزوں پر مصاحف اٹھالیئے اور کہا یہ کتاب ہمارے اور تمہارے درمیان ہے تو جب لوگوں نے قرآن دیکھا تو کہا ہم کتاب اللہ کی طرف رجوع کریں گے اور بعض کے مطابق یہ چال عمرو بن العاص کی تھی اور ابو وائل شقیق بن سلمہ سے روایت ہے انہوں نے کہا" ہم صفین میں تھے پھر اہل شام کی خونریزی ہونے لگی تو وہ ایک بلند پہاڑی پرپناہ گزین ہوگئے پھر عمرو بن العاص نے معاویہ کو کہا علی کی طرف قرآن بھیجو اور اسے اسکی دعوت دو کیونکہ وہ کبھی اسکا انکار نہیں کرے گا پھر ایک مرد اسے لے کر آیا اور کہا ہمارے اور تمہارے درمیان کتاب اللہ ہے اللہ نے فرمایا" کیا تو نے انکی طرف غور نہ کیا جنہیں کتاب کا ایک حصہ دیا گیا انہیں کتاب اللہ کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ وہ انکے درمیان فیصلہ کردے پھر انکی ایک جماعت نظر انداز کرتے ہوئے پیٹھ پھیرلیتی ہے "تو علی نے کہا ہاں میں اسکا زیادہ مستحق ہوں ہمارے اور تمہارے درمیان کتاب اللہ ہے پھر علی کے پاس وہ لوگ آئے جنہیں خوارج کہا جاتا ہے اور ہم انہیں اس دن قراء پکارتے تھے (قراء اس دور میں فقہاء دین کو کہا جاتا تھا کیونکہ عرب ناخواندہ لوگ تھے تو وہ پڑھے لکھے لوگوں کو قراء کہتے ہیں اور وہ بھی قراء تھے جنہیں دور رسول میں تعلیم دینے کے بہانے دھوکے سے بلا کر مشرکین نے قتل کردیا تھا) اور انکی تلواریں انکی گردنوں پر لٹک رہی تھیں تو انہوں نے کہا اے امیر المؤمنین ہم ان لوگوں کا جو چھوٹی پہاڑی پر ہیں صرف اس لئے انتظار کررہے ہیں کہ ہم انکی طرف اپنی تلواروں کے ساتھ چل کر جائیں حتی کہ اللہ ہمارے اور انکے درمیان فیصلہ کردے " لیکن علی نے معاویہ اور انکی جماعت سے صلح کرڈالی اور جنگ ختم ہوئی اور ابو موسی اشعری کو حکم بنایا گیا اور معاویہ کی طرف سے عمرو بن العاص کو حکم بنایا گیا اور ان شرائط پر صلح کرلی کہ شام کی حکومت معاویہ کی ہوگی اور اگر کسی کی بھی فوج کا کوئی فرد مخالفین سے مل جاتا ہے تو اسے جانے دیا جائے گا وغیرہ جب یہ معاملہ محکمہ نے دیکھا تو اسے علی بن ابو طالب کیطرف سے کفر و شرک قرار دے کر انکی بیعت توڑی دی اور اپنا خلیفہ صحابی رسول اور درخت کے نیچے رسول اللہ سے بیعت کرنے والے عبد اللہ بن وہب راسبی کو بنالیا اور حروراء اور دیگر جگہوں سے سمٹ کر نہروان کی طرف چلے گئے۔

تبصرہ اور عقلی جائزہ

اعتراض: اگر آپ یہ کہیں کہ علی بن ابو طالب معاویہ اور اسکی جماعت کے خلاف کیوں جنگ کر رہے تھے جبکہ معاویہ نے انکی بیعت نہیں توڑی تھی جیسے عائشہ اور انکے لوگوں نے بیعت توڑی تھی کیونکہ معاویہ نے تو علی کی بیعت کی ہی نہیں تھی تو کیا علی ان سے جبری بیعت لے رہے تھے اور خلافت کے خواہ تھے؟ اور جبری بیعت لینا جائز ہی نہیں تو جماعت علی نے معاویہ اور اسکے انصار و اعوان سے کیوں جنگ کی؟ جبکہ سنی و شیعہ و حروریہ جیسے اباضیہ کا اتفاق ہے کہ اس جنگ میں علی کے مخالف لوگ باطل پر تھے۔

جواب: دو طرح سے ہے پہلا یہ کہ جب مؤمنوں کی ایک جماعت نے جامع شرائط امیر چن لیا ہو تو ہر ہر مسلم پر یہ فرض ہوجاتا ہے کہ وہ امیر المؤمنین کی اطاعت کریں یہ اللہ کا حکم ہے امیر شرعی کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے لیکن معاویہ نے اس اطاعت سے بغاوت کی اور بیعت کرنے سے انکار بھی کیا اور گورنری چھوڑنے سے بھی مکر گیا یہ انکی تکفیر کے لئے اور خون و مال و عزت کو حلال کرنے کے لئے کافی ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ علی اور انکی جماعت کے فقہاء و محققین صحابہ قرن اول اور تابعین معاویہ کو ظالم جابر اور مرتد سلطان مانتے تھے اور وہ انکی طاغوتی حکومت ختم کرکے اللہ کی حکومت نافذ کرنا چاہتے تھے جیسا کہ خلیفہ عثمان پر بھی اعتراض تھا کہ انہوں نے فاسق فاجر لوگوں کو گورنر رکھا ہے اور وہ کرپشن اور بداخلاقیاں کررہے ہیں اور اسی سلسلے میں اہل مصر خلیفہ عثمان کے پاس ملاقات کے لئے بھی آئے تھے جیسا کہ اوپر گذرچکا ہے لیکن اسکا الٹ ہوا کہ ان لوگوں کے قتل کا پروانہ خلیفہ کی طرف سے گورنر مصر کو پہنچادیا گیا کہ جیسے یہ لوگ وہاں پہنچیں انہیں مارڈالو اور قید کرلو۔ تاریخ طبری میں ہے کہ علی نے کہا" معاویہ، عمرو بن العاص، ابن ابو معیط، حبیب بن مسلمہ، ابن ابو سرح اور ضحاک بن قیس یہ دین و قرآن ماننے والے لوگ نہیں ہیں میں تم سے زیادہ انہیں جانتا ہوں اور میں انکی بچوں اور بڑوں کے ساتھ رہا ہوں بدترین بچے اور بدترین بڑے ہیں اور نیزوں پر قرآن کا اٹھانا اور اس سے فیصلے کی بات کرنا ایک چال کے سوا کچھ نہیں جو چل رہے ہیں میں تو صرف ان سے جنگ اس لئے کی ہے کہ وہ اس کتاب (قرآن) کی تابعدار بن جائیں لیکن انہوں نے تو اللہ کی اسکے حکم میں نافرمانی کی اور اسکے عہد کو بھول گئے اور اسکی کتاب کو پھینک دیا"۔ اس بات کو تاریخ طبری میں علی بن ابو طالب نے بار بار دہرایا ہے۔

معاویہ اور انکے والد ابو سفیان طلقا میں سے ہیں یعنی یہ لوگ تب ایمان لائے جب رسول اللہ اور اصحاب قرن اول ان پر فتح مکہ کے دن غالب ہوگئے تھے اور انکا جان و مال و عزت سب کچھ مسلمین کے ہاتھوں میں تھا تو ان لوگوں نے ایمان کا دعوی کردیا اور انکا راستہ خالی کردیا گیا یہ ایک جبری ایمان تھا اور جبری ایمان مشکوک ہوتا اور معاویہ کی والدہ ہند بنت عتبہ بھی انہیں میں سے ہے جس نے جناب رسول کے چچا حمزہ کا جسم پھاڑ کر انکا جگر نکال کر اسے چبھا گئی تھی تو کیا ایسے کٹر و سخت دشمن مجبوری میں ایمان لارہے ہوں تو کیا یہ واقعی مؤمن ہونگے؟ یہ تو اپنی جان بچانے کے لئے محض انکا ایک اقدام ہے اور مؤمن ہونے کے لئے یہ کافی نہیں ہے کہ زبان سے کہہ دے کہ میں ایمان لایا، امتحان شرط ہے۔

بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ رسول اللہ نے انہیں کاتب وحی بنادیا تھا تو یہ بات محل کلام ہے کیونکہ قرآن کریم کے مطابق تو

قرآن خود ہی کتاب صورت میں اتارا ہے تو کاتب کی کیا ضرورت یہ جھوٹی روایتیں ہیں رسول اللہ تو اصل کتاب کی متعدد نسخے بنوایا کرتے تھے یہ پوری ایک جماعت ہوتی ہے کوئی ایک فرد نہیں ۔

بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ جناب عمر نے معاویہ بن ابو سفیان کو اردن کا گورنر بنادیا تھا تو انہوں نے اس بات کو کیسے نظر انداز کردیا تو اسہی بات پر بعض مؤرخین حیران ہیں کہ عمر بن خطاب سے معاویہ بن ابو سفیان کی حقیقت نہ پہچاننے کی غلطی کیسے ہوئی انہیں جان لینا چاہئے تھا جیسے علی اور انکی جماعت اور جماعت محکمہ معاویہ کی حقیقت کو جان چکے تھے اور ممکن ہے کہ جناب عمر کے بعد معاویہ کا کردار بد ظاہر ہوا ہو۔

اعتراض : معاویہ حق پر تھا اس پر علی بن ابو طالب کی بیعت کرنا لازم نہیں تھا کیونکہ جب خلیفہ قتل عثمان کا قصاص لینے پر قادر نہ ہو وہ خلیفہ بیعت ہونے کے لائق نہیں !

جواب : ہر خلیفہ و امیر کسی نہ کسی معاملے میں حق نافذ کرنے پر قادر نہیں ہوتا تو کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ وہ بیعت ہونے کا لائق نہیں تو عثمان بن عفان جنکی یہ طرفداری کرتے ہیں کیا وہ ان کے نزدیک اس وقت انصاف کرنے پر قادر تھے جب انکے خلاف باغی اٹھ کھڑے ہوئے تھے اور انکا محاصرہ ہوگیا تھا تو بے شک جواب ہوگا نہیں تو کیا اس وقت عثمان کی بیعت کرنا واجب نہیں تھا کیونکہ وہ عدل پر مجبور تھے ؟ خلیفہ ہونے کے لئے ہر معاملے میں عدل پر قادر ہونا ضروری نہیں ہوتا ۔

محکمہ کا علی کی بیعت توڑنا اور انکی تکفیر کرنا :

محکمہ کا علی کی بیعت توڑنے اور انہیں کافر قرار دینے کی ایک سے زیادہ وجوہات تھیں :

1) ناحق قتال کرنے والوں سے جنگ کرتے رہنا اللہ کی کتاب کی رو سے فرض ہے حتی کہ وہ ظالم جماعت توبہ کرلے اور اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے لیکن علی بن ابو طالب نے اس سے پہلے ہی صلح کرلی یہ اللہ کے حکم کو عملا رد کرنا اور اسکے ٹھکرانا ہے یہ کفر و شرک ہے اللہ نے فرمایا قاتلوا التی تبغی حتی تفیء الی امر اللہ (الحجرات : ۰۹) یعنی " اس جماعت سے لڑو جو زیادتی کررہی ہے حتی کہ وہ اللہ کے حکم کیطرف لوٹ آئے "۔ اور اللہ نے فرمایا قاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم (البقرۃ : ۱۹۰) یعنی " جو تم سے لڑتے ہیں اللہ کی راہ میں ان سے لڑو "

2) علی بن ابو طالب نے اس حرام صلح پر حکم و فیصل بھی بنادیا جب کہ شریعت کا حکم و فیصل صرف اللہ ہے کوئی اسکے حلال کو حرام اور حرام کو حلال نہیں کرسکتا اور نہ کوئی خود سے صحیح و غلط کا فیصلہ کرسکتا ہے لیکن علی نے ایسا کیا اور اللہ کی نافرمانی یعنی اس صلح پر ابو موسی اشعری کو حکم بنایا ہے یہ کفر و شرک ہے ۔

3) ابو موسی اشعری نے جن شرائط پر صلح کی وہ دین اسلام کے خلاف تھیں اس کے مطابق معاویہ بن ابو سفیان شام کے سلطان ہونگے یہ سخت حرام و کفر ہے کیونکہ اللہ نے ہم پر فرض کیا ہے ظالموں کو منصب امامت نہ دیا جائے بلکہ ان سے قتل و قتال کرکے وہاں اللہ کی حاکمیت قائم کی جائے اسکا دین نافذ کیا جائے اور اگر قتال پر قادر نہ ہوں تو کم از کم منصب امامت دینے کی بات تو نہ کی جائے لیکن اس

شرط کو علی بن ابو طالب نے مان لیا۔
4) جب محکمہ علی بن ابو طالب کے پاس آئے کہ آپ نے اللہ کی راہ میں جنگ دوبارہ کریں تو انکا کہنا تھا کہ میں اب معاویہ سے صلح کرچکا ہوں اور اس معاہدے کی پاسداری مجھ پر واجب ہے میں جنگ نہیں کرسکتا یہ بھی علی بن ابو طالب کی تکفیر کی وجہ بنی کیونکہ وہ شرائط قرآن و حکمت کے خلاف تھیں جس پر ابو موسی اشعری صلح کرآئے تھے اور علی اس حرام عمل کو حلال کررہے تھے بلکہ وہ ایک حرام معاہدے کی پاسداری کو حلال بلکہ واجب مان رہے تھے اور حرام کو حلال ماننا کفر و شرک ہے اور اسے شرعا واجب سمجھنا اور بڑا کفر ہے۔
5) محکمہ کی خلع بیعت کے بعد علی بن ابو طالب معاویہ سے دوسری جنگ پر راضی ہوگئے پھر 68 ہزار سپاہیوں کی بڑی تعداد کو انکے خلاف جنگ کے لئے جمع کرنے کے بعد معاویہ کی جماعت کو چھوڑ کر محکمہ کو نہروان پر قتل کرڈالا جب کہ وہ تعداد میں بہت کم تھے لیکن معاویہ کی طاغوتی حکومت کو ختم نہیں کیا حتی معاویہ پوری زندگی منصب امامت پر غاصب رہے۔

محکمہ اور عبد اللہ بن عباس کا مناظرہ:

یہ وہ مناظرہ ہے جو واعظین و مؤلفین، خصوصا سنی حضرات پورا نہیں بتاتے اور محکمہ قراء کے دلائل کو چھپاتے ہیں صحیح طرح نقل نہیں کرتے تاکہ محکمہ کے موقف کو کمزور دیکھا سکیں اور اپنی دوکان چمکا سکیں۔ محکمہ اور ابن عباس کے درمیان مناظرے کا مضمون یہ ہے کہ:
محکمہ نے کہا اللہ کے سوا حق و باطل میں کسی کا فیصلہ قبول نہیں لیکن علی نے انسانوں کو اللہ کی شریعت میں ثالث وپنچ بنالیا۔
جوابا ابن عباس نے کہا کہ اللہ نے اپنی کتاب میں بعض حالات میں ثالث بنانے کی اجازت دی ہے فرمایا یا یھا الذین آمنوا لا تقتلوا الصید وانتم حرم ومن قتله منكم متعمدا فجزاء مثل ما قتل من النعم يحكم به ذوا عدل منكم (المائدة) یعنی "اے مؤمنوں جب میں حالت حج میں ہو تو شکار قتل مت کرو اور جو تم میں سے قصدا اسے قتل کرے گا تو جو جانور اس نے قتل کیا ہے اسکی مثل بدلے کے طور پر لازم ہوگی اس کا فیصلہ تم میں سے دو عادل شخص کریں گے" اور فرمایا وإن خفتم شقاق بينهما فابعثوا حكما من أهله وحكما من أهلها (النساء: ٣٥) یعنی "اور اگر تمہیں ان دونوں میاں بیوی کے درمیان جدائی کا خوف ہو تو مرد والوں سے ایک ثالث بھیجو اور عورت والوں سے ایک ثالث بھیجو"

پہلا رد:

فقہاء محکمہ نے انہیں کہا کہ اللہ نے زانی اور زانیہ کے لئے کوڑے اور چور کے لئے ہاتھ کاٹنے کی سزا رکھی ہے اور ظالم جماعت و مفسدین کے خلاف جنگ کو فرض کردیا ہے حتی کہ وہ توبہ کرلیں تو کیا اللہ کے یہ احکام ثالث بنانے سے معطل ہوسکتے ہیں؟ بے شک نہیں ہوسکتے، تو ثالث بنا کر جنگ کے فریضہ کو کیسے ختم کردیا! اور اگر ثالث بنانے سے اللہ کا فرض معطل ہوسکتا ہے تو اللہ کے ہر حکم کی ادائیگی کرنے کے بجائے اس پر ثالث بنادیا جائے اور حکم معطل کردیا جائے! مثلا رمضان کے روزے فرض ہیں اور روزے رکھنے کے بجائے اس پر ثالث بنادو اور روزوں کی فرضیت ختم ہوجائے گی!

دوسرا رد:

ابن عباس نے جو آیتیں پیش کیں وہ اللہ کی نافرمانی پر ثالث بنانے کو حلال نہیں کرتیں اور ایسا کیونکر ہو جب کہ اللہ کے سوا کوئی رب و آقا نہیں جو اسکے خلاف فیصلہ کرسکے ثالث بن سکے یا ثالث بناسکے لیکن علی بن ابو طالب نے اللہ کے حکم کے خلاف ثالث بنایا یعنی قتال چھوڑ کر صلح کرکے اس پر ثالث بنایا۔

تیسرا رد:

ابن عباس سے جو آیتیں پیش کریں وہ قتال کے بارے میں نہیں بلکہ میاں بیوی کے صلح یا فدیہ کی مثلیت کے تعین پر ثالث بنانے کے بارے میں ہے اسکا مسلمین کے قتل و غارت اور طاغوتی حکومت قائم چھوڑنے پر ثالث بنانے سے کیا تعلق ہے ! انکی پیش کردہ آیتیں موضوع سے غیر متعلقہ ہیں۔

چوتھا رد:

علی امارت کے نام سے نکل گئے اور منصب خلافت کو اپنے اور معاویہ کے درمیان برابر کردیا اور امامت کے معاملے کو ان لوگوں کے ہاتھ میں دے دیا جنہوں نے اللہ اور جماعۃ المسلمین سے جنگ کی اور انکے خون کو بے دلیل حلال کیا تو کیا ان آیتوں سے ان اعمال کا جواز ثابت ہوتا ہے !

اعتراض: جناب رسول اللہ نے بھی تو حدیبیہ کے پاس مشرکین مکہ سے صلح کی تھی تو معاویہ اور انکی جماعت سے صلح کرنے میں کیا حرج ہے اگرچہ وہ مرتد ہوں !

جواب: پہلا جواب یہ ہے کہ صلح حدیبیہ تب ہوئی تھی جب مسلمین مکہ جنگ کے غرض سے نہیں آئے تھے اور نہ اس سے جنگ ہورہی تھی بلکہ حج کرنے آئے تھے لیکن صلح صفین میں ایسا نہیں تھا۔

دوسرا جواب: یہ ہے کہ صلح حدیبیہ حقیقت میں غیر شرعی صلح ہے لیکن وہ رسول اللہ اور صحابہ قرن اول نے وہ صلح اس وجہ سے کی تھی کہ اسکے غیر شرعی ہونے کا حکم نازل نہیں ہوا تھا مثلا شراب پہلے حرام نہیں تھی تو بہت سے مؤمنین دور رسول میں شراب پیا کرتے تھے اور پہلے مؤمن کے مال سے سود کھانا حلال تھا تو لوگ لیتے تھے لیکن جب اللہ نے اسے بعد میں حرام کردیا تو لوگوں نے بھی شراب چھوڑ دی اور رکھی ہوئی بہادی اور سود کھانا بھی چھوڑ دیا اسی طرح حدیبیہ والی صلح بعد میں غیر شرعی کردی گئی اللہ نے فرمایا وقاتلوھم حتی لا تکون فتنۃ ویکون الدین للہ (البقرۃ: ۱۹۳) یعنی " اور ان سے لڑو حتی کہ فتنہ ختم ہوجائے اور غلبہ اللہ کا ہوجائے " جب تک ناحق قتال کرنے والوں سے فتنہ ختم نہ ہو اور اللہ کی غلبہ نہ آجائے صلح نہیں ہوسکتی لیکن علی بن ابو طالب نے جنگ چھوڑ کر صلح اور غلبہ و حکومت بھی معاویہ کو دے دیا اور انکا فتنہ بھی باقی رہا اور فرمایا براءۃ من اللہ ورسولہ إلی الذین عاھدتم من المشرکین فسیحوا فی الأرض أربعۃ أشھر واعلموا أنکم غیر معجزی اللہ وأن اللہ مخزی الکافرین (البراءۃ: ۰۱۔۰۲) یعنی " اللہ اور اسکے قاصد کی طرف سے ان مشرکین کی طرف براءت ہے جن سے تمہیں معاہدہ کررکھا ہے تو زمین میں چار ماہ سیر کرلو اور جان لو کہ تم اللہ کو عاجز کرنے والے نہیں اور یہ کہ اللہ

ٹھکرانے والوں کو ذلیل کرنے والا ہے " اور اللہ نے فرمایا فإن تابوا وأقاموا الصلاۃ وآتوا الزکاۃ فخلوا سبیلھم إن اللہ غفور رحیم (۵: البراءۃ) یعنی " پھر اگر وہ توبہ کرلیں اور صلوۃ قائم کریں اور زکوۃ دیں تو انکا راستہ چھوڑو بے شک اللہ بہت معاف کرنے والا خصوصی مہربان ہے "۔

کیا علی بن ابو طالب غیر شرعی ثالث بنانے میں مجبور تھے ؟

شیعہ و سنی حضرات یوں کہتے ہیں کہ محکمہ قراء کے ہتھیار رکھ دینے کی وجہ سے علی بن ابو طالب غیر شرعی ثالث بنانے اور باطل شرائط ماننے پر مجبور ہوگئے تھے تو اسکے کئی طرح سے جوابات ہیں :

1) محکمہ نے ہتھیار نہیں رکھے تھے یہ بات نقلا و عقلا دونوں طرح سے غلط ہے عقلا تو یوں غلط ہے کہ محکمہ عوام کا مرجع و فقہاء و حفاظ قرآن تھے انہوں نے علی بن ابو طالب بیعت توڑ دی تھی اس لئے توڑی کہ انہوں نے صلح کرلی تھی تو کیا وہ لوگ ہتھیار رکھیں گے جو خود جنگ کرنے کے خواہ ہیں ! اور بعد میں بھی ظالم اموی سلطنت کے خلاف بھی یہ ہی جہاد کرتے رہے ۔

2) ہم روایت پیش کرچکے ہیں کہ ابو وائل شقیق بن سلمہ سے روایت ہے انہوں نے کہا " ہم صفین میں تھے پھر اہل شام کی خونریزی ہونے لگی تو وہ ایک بلند پہاڑی پر پناہ گزین ہوگئے پھر عمرو بن العاص نے معاویہ کو کہا علی کی طرف قرآن بھیجو اور اسے اسکی دعوت دو کیونکہ وہ کبھی اسکا انکار نہیں کرے گا پھر ایک مرد اسے لے کر آیا اور کہا ہمارے اور تمہارے درمیان کتاب اللہ ہے اللہ نے فرمایا " کیا تو نے انکی طرف غور نہ کیا جنہیں کتاب کا ایک حصہ دیا گیا انہیں کتاب اللہ کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ وہ انکے درمیان فیصلہ کردے پھر انکی ایک جماعت نظر انداز کرتے ہوئے پیٹھ پھیر لیتی ہے " تو علی نے کہا ہاں میں اسکا زیادہ مستحق ہوں ہمارے اور تمہارے درمیان کتاب اللہ ہے پھر علی کے پاس وہ لوگ آئے جنہیں خوارج کہا جاتا ہے اور ہم انہیں اس دن قراء پکارتے تھے (قراء اس دور میں فقہاء دین کو کہا جاتا تھا کیونکہ عرب ناخواندہ لوگ تھے تو وہ پڑھے لکھے لوگوں کو قراء کہتے ہیں اور وہ بھی قراء تھے جنہیں دور رسول میں تعلیم دینے کے بہانے دھوکے سے بلا کر مشرکین نے قتل کردیا تھا) اور انکی تلواریں انکی گردنوں پر لٹک رہی تھیں تو انہوں نے کہا اے امیر المؤمنین ہم ان لوگوں کا جو چھوٹی پہاڑی پر ہیں صرف اس لئے انتظار کررہے ہیں کہ ہم انکی طرف اپنی تلواروں کے ساتھ چل کر جائیں حتی کہ اللہ ہمارے اور انکے درمیان فیصلہ کردے "

معلوم ہوا کہ جب علی بن ابو طالب نے صلح کی حامی بھرلی تھی تب بھی محکمہ جنہیں مخالفوں نے خوارج کا لقب دے دیا یہ تب بھی جنگ چاہتے تھے تو ہتھیار رکھنے والی بات جھوٹی ہے ۔

2) اگر علی بن ابو طالب یہ کفریات کرنے پر مجبور تھے تو جنگ صفین ہوجانے کے بعد اڑسٹھ ہزار کا لشکر جمع کرکے دوبارہ معاویہ اور انکی جماعت سے جنگ کرنے کیسے جارہے تھے ! اس بات پر تو تاریخ گواہ ہے اور شیعہ سنی بھی اسکا اقرار کرتے ہیں کہ جنگ صفین کے بعد دوبارہ علی بن ابو طالب معاویہ کے خلاف لشکر کشی کرنا چاہتے تھے لیکن پھر وہاں جنگ کرنے کے بجائے محکمہ کو نہروان پر قتل کردیا جب کہ وہ قلیل افراد تھے اور پھر کبھی طاغوتی سلطان کے خلاف جنگ نہیں کی جسکی وجہ سے ظالم اموی سلطنتیں صدیوں سے اہل اسلام پر ظلم

کرتی رہیں اور اسلام کو مسخ کرتی رہیں ۔ تاریخ طبری کی طویل روایت میں ہے کہ (صفین کی صلح توڑ کر علی جب دوسری مرتبہ معاویہ بن ابو سفیان کے خلاف جنگ کی تیاری کررہے تھے اور سپاہی جمع کررہے تھے اور انہیں قتال پر ابھار رہے تھے تو) "اہل کوفہ میں سے عربی سپاہی ستاون ہزار آئے تھے اور انکے خداموں میں سے آٹھ ہزار اور کل اہل کوفہ پینسٹھ ہزار تھے اور اہل بصرہ میں سے تین ہزار دو سو لوگ تھے اور انکے ساتھ کل اڑسٹھ ہزار دو سو سپاہی ہوگئے تھے " تو اب کیسے کہہ سکتے ہیں کہ علی بن ابو طالب طاغوتی سلطنت کے خلاف صلح کرنے اور اللہ کی نافرمانی پر ثالث بنانے اور ناجائز شرائط صلح کو حلال کرنے بلکہ اسے واجب ماننے پر مجبور تھے !

قتل اہل نہروان

یہ قتل و قتال سن 38 ہجری میں ہوا یہ لشکر علی اور اہل نہروان یا محکمہ جنہیں مخالفوں نے خوارج کا لقب دیا ان کے درمیان ہوا۔ محکمہ قلیل تعداد میں تھے یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے علی بن ابو طالب کی مذکور دلائل کی بنیاد پر تکفیر کی تھی اور انکی بیعت توڑ دی تھی یہ کہہ کر کہ اسلام میں کسی ظالم مرتد کی بیعت نہیں ہوسکتی اور عبد اللہ بن وہب الراسبی کی بیعت کرکے انہیں اپنا امام و خلیفہ مقرر کرلیا تھا جو حروراء میں رہتے تھے ،یہ لوگ حروراء کے ساکنین تھے پھر یہ لوگ مختلف علاقوں میں گئے تاکہ ان لوگوں کو جمع کرسکیں جو انکے ہم نظر ہیں یہ لوگ سفر کرتے کرتے نہروان پہنچے اور جیسا کہ ہم روایت و تاریخ سے بتا چکے ہیں کہ یہ سب بڑے فقہاء و حفاظ قرآن صحابہ قرن اول اور کبار تابعین تھے جسکا اقرار بہت سے مخالفین بھی کرتے ہیں یہ تب کی بات ہے جب علی بن ابو طالب اڑسٹھ ہزار سپاہیوں کے ساتھ معاویہ اور انکی جماعت پر دوبارہ لشکر کشی کرنے نکلے تھے اور علی بن ابو طالب جانتے تھے کہ یہ لوگ مجھ سے بغاوت کرچکے ہیں انہیں علی نے معاویہ کے خلاف دوسری بار لڑنے کا پیغام بھی دیا اور مدد کی درخواست کی لیکن انکا کہنا یہ تھا کہ آپ اپنے کفریات کا اعتراف کریں اور اس سے توبہ کریں تو ہم غور کریں گے ورنہ ہم آپ کے جھنڈے تلے جنگ نہیں کریں گے اور آپ کی اطاعت ہم پر واجب نہیں ہے لیکن علی بن ابو طالب کو خبر ملی کہ کسی نے عبد اللہ بن خباب اور انکی بیوی کے بے دردی سے قتل کردیا ہے اور یہ الزام محکمہ پر لگایا گیا تو علی نے اپنے لشکر کا ایک گروہ نہروان بھیجا تاکہ ابن خباب و انکی زوجہ کا قصاص لیا جائے نتیجتا قتل و قتال ہوا اور ظاہر ہے کہ محکمہ کی فتح ممکن نہیں تھی کیونکہ وہ لشکر علی کے مقابلے میں بہت قلیل تھے ۔

تبصرہ اور عقلی جائزہ

یہاں پر شیعہ و سنی حضرات کا کہنا ہے کہ محکمہ نے ہی عبد اللہ بن خباب کو قتل کیا تھا کیونکہ انہوں نے محکمہ کے پوچھنے پر ابو بکر و عمر و عثمان کی خلافت کو اچھا کہا لیکن جب علی بن ابو طالب کی ثالث بنانے کے بعد طرفداری کا اظہار کیا تھا تو انہوں نے انہیں مار ڈالا اور انکی بیوی کو بھی ۔ اس پر مختلف اعتراضات و تنقید ہیں :

1) یہ قطعی طور پر منقول نہیں کہ محکمہ نے عبد اللہ بن خباب اور انکی زوجہ کو قتل کیا تو اب قتل کی کیا وجہ سے سوائے یہ کہ محکمہ نے علی کی بیعت توڑ دی تھی ؟ جب کہ اباضیہ کا کہنا ہے کہ محکمہ نے ان دونوں کو نہیں مارا تھا بلکہ یہ معاویہ بن ابو سفیان کے وہ لوگ تھے جو علی کی جماعت میں شامل ہوگئے تھے انہوں نے علی کی طرفداری کرنے پر ابن خباب اور انکی زوجہ کو قتل کیا تھا جیسا کہ صفین کے معاہدے کی

شرط تھی کہ کسی بھی گروہ کا شخص دوسرے گروہ میں آئے تو اسے روکا نہیں جائے گا ۔

2) اس پر اتفاق ہے کہ محکمہ نہروان پر قلیل تعداد میں تھے اور علی بن ابو طالب کے پاس جنگجوں کا بڑا لشکر تھا اڑسٹھ ہزار کا لشکر تو کیا محکمہ عبد اللہ بن خباب اور انکی بیوی کو قتل کر کے علی سے کمزوری کی حالت میں بلا وجہ کی جنگ مول لینے کی اتنی بڑی حماقت کر سکتے ہیں ؟ بلکل نہیں ۔

3) تاریخ یہ بتا رہی ہے کہ " محکمہ میں سے چند لوگ نکلے اور راستے میں عبد اللہ بن خباب ملے تو انہوں نے ان سے پوچھا ابو بکر کی خلافت کیسی تھی انہوں اسکی تعریف کی پھر عمر و عثمان کی تو انہوں نے اسکی بھی تعریف کی پھر علی کی خلافت کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے اسکی بھی تعریف کی پھر پوچھا حکم بنانے کے بعد انکی خلافت کیسی ہے تو انہوں نے کہا اچھی ہے تو اس پر انہیں قتل کر دیا گیا " تو اگر قاتلین ابن خباب محکمہ میں سے ہی ہوتے تو انکا عثمان کی خلافت کی تعریف کرنے پر خاموش رہنا بعید از العقل ہے کیونکہ محکمہ علی کے لشکر کے لوگ تھے جو بعد میں ان سے الگ ہوئے اور لشکر علی کے تقریبا لوگوں کا یہ ہی موقف تھا کہ خلیفہ عثمان کی خلافت اچھی نہیں تھی انکی خلافت میں اچھا کام نہیں ہوئے تو سوال یہ اٹھتا ہے کہ اگر قاتلین ابن خباب محکمہ میں سے ہوتے تو خلافت عثمان کی تعریف کرنے پر بھی اعتراض و شدت کا اظہار کرتے اور بعید نہیں کہ یہ معاویہ کے لوگ ہوں وہ ہی خلافت عثمان کے طرفدار تھے ۔

4) یہ بات مخالفین بار بار کہتے ہیں کہ خوارج صوم صلوۃ کے پابند اور نیک لوگ تھے لیکن وہ غلط فہمی کا شکار ہو گئے تھے علی بن ابو طالب نے سے پوچھا گیا کہ یہ مشرکین ہیں انہوں نے کہا نہیں یہ تو شرک سے بھاگ چلے ہیں پھر پوچھا گیا منافق ہیں ؟ انہوں نے نہیں کیونکہ منافقین اللہ کو کم یاد کرتے ہیں اور یہ لوگ اللہ کو بہت یاد کرتے ہیں بلکہ کہا یہ فتنہ کا شکار ہو گئے ہیں اب سوال یہ اٹھتا ہے کہ کیا ایسے لوگ راستے سے چلتے ہوئے کسی مؤمن اور اسکی بیوی کو اسطرح بے دردی سے قتل کر سکتے ہیں صرف اس لئے کہ اس نے خلافت علی کو ثالث بنانے کے بعد درست قرار دیا تھا ؟

5) تاریخ کہہ رہی ہے کہ جب قاتلوں نے عبد اللہ بن خباب پر حملہ کیا تو پہلے حملے سے وہ بچ گئے اور تلوار ایک خنزیر کو جا لگی اور وہ مر گیا تو کہتے ہیں کہ وہ لوگ خنزیر کے مالک سے معافی مانگنے گئے اور پھر عبد اللہ بن خباب اور اسکی زوجہ کو قتل کر دیا یہ بات بھی عقل ہضم نہیں کرتی کہ محکمہ جو فقہاء و حفاظ قرآن تھے وہ خنزیر کی معافی مانگیں اور مؤمن اور اسکی بیوی کو صرف خلافت علی کی تعریف کرنے پر قتل کر دیں ! ظاہر ہے کہ یہ تاریخ و الزام مصنوعی ہے انکے مخالفین امویوں اور عباسیوں نے گھڑی ہے اس طرح کے سارے مؤرخین اموی و عباسی سلطنت کے زیر اثر ہیں کیا کوئی شخص اپنے بادشاہ کے خلاف اسکی حکومت میں اسکے خلاف کتابیں لکھ کر شائع کر سکتا ہے ! کیا اس پر بغاوت کا الزام رکھ کر قتل نہ کر دیا جائے گا ! جیسے کہ اب بھی ہوتا ہے ۔

علی بن ابو طالب کا محکمہ کی رائے کی طرف رجوع کرنا

جب علی بن ابو طالب نے معاویہ سے غیر شرعی صلح کر لی اور اسکو خود پر واجب کر لیا پھر اسکے بعد انہوں نے اس معاہدے کی پاسداری سے توبہ بھی کی جیسا کہ مندرجہ بالا ہے کہ وہ معاویہ کے خلاف اڑسٹھ ہزار کے لشکر لے کر نکلے تھے ۔تاریخ طبری میں

ہے علی نے محکمہ کی طرف خط لکھا" بسم اللہ الرحمن الرحیم یہ اللہ کے بندے علی امیر المؤمنین کی طرف سے زید بن حصین و عبد اللہ بن وہب اوروہ لوگ انکے ساتھ ہیں انکی طرف ہے اما بعدیہ دونوں مرد (ابو موسی اشعری اور عمرو بن العاص) جنکی ثالثی پر ہم راضی ہوئے تھے انہوں نے کتاب اللہ کی مخالفت کی ہے اور اللہ کی ہدایت کے بغیر اپنی خواہشات کی پیروی کی ہے اور سنت اسلامیہ پر عمل نہیں کیا اور ان دونوں میں قرآن نافذ نہیں کیا اور لہذا اللہ اور رسول اور مؤمنین ان سے بری الذمہ ہیں تو جب میرا یہ خط تمہیں پہنچے تو آجاؤ بے شک ہم ہمارے اور تمہارے دشمن کے طرف جانے والے ہیں اور ہم اپنا پہلا موقف اختیار کر چکے ہیں" تو جوابا انہوں نے لکھا" اما بعد تم کو اپنے آقا کے لئے غصہ نہیں آرہا ہے بلکہ اپنے نفس کے لئے غصہ آرہا ہے تو اگر تم اپنے کفر کا اعتراف کرواور (اللہ کی نافرمانی پر ثالث بنانے والے گناہ سے بھی) توبہ کرو تو ہم اس میں معاملے میں غور کریں گے جو ہمارے اور تمہارے درمیان ہے ورنہ ہم تمہیں مسترد کردیں گے بے شک اللہ خائنوں کو پسند نہیں کرتا"۔

لیکن علی بن ابو طالب کا یہ رجوع قطعی طور پر ثابت نہیں ہے۔

محکمہ کو بدنام کرنے کی کوششیں

جب ظالم سلطنتوں نے اہل اسلام کی اراضی پر قبضہ کرلیا اور ان پر غالب ہوگئے جس کی ابتدا سلطنت معاویہ پھر یزید اور حجاج بن یوسف وغیرہ اہل قدرت سے ہوئی جن سے اہل ایمان پریشان ہوگئے انہوں سے اللہ کی زمین سے عدل و انصاف کا خاتمہ کرکے اپنی مرضی نافذ کردی جبرا بیعت لینا اور بھی بہت سے محرمات پھل گئے جسکی ابتدا صلح حسن کے بعد بڑھ گئی تو اس وقت محکمہ کے انصار ہی تھے جو اللہ کی راہ میں ان ظالموں سے قتل و قتال کرکے زمین کو انکے مظالم سے نجات دے رہے تھے اسی وجہ سے محکمہ مشہور بنام خوارج قتل و قتال میں زیادہ مشہور ہیں کیونکہ حالات ہی ایسے تھے کہ لڑنا ضروری تھا اگر وہ نہ لڑتے تو شیطین اپنے پنجے اور گاڑ لیتے تو ظالموں نے انہیں بدنام کرنے کے لئے ان پر جھوٹی حدیثیں گھڑیں تاکہ لوگ رسول اللہ کے نام پر ان سے دور ہوجائیں اور انکی حقیر حکومتوں پر آنچ نہ آئے لیکن افسوس بعد کے لوگوں سے ان روایتوں اور کہانیوں کو سچا مان لیا اور ظالموں کی انصار محکمہ کو بدنام کرنے کی چالیں کامیاب ہوئیں اور صالحین سے دور کرکے شیطان حاوی ہوا اب انصار محکمہ پر جو اعتراضات ہیں انکے حق و باطل کا فیصلہ ہم قرآن و حکمت کو ثالث و حکم بنا کر کریں گے:

محکمہ پر اعتراضات اور انکے جوابات:

1) پہلا اعتراض اس روایت سے کیا جاتا ہے کہ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے آپ کچھ تقسیم فرما رہے تھے کہ آپ کے پاس چھوٹی کوکھ والا ایک شخص آیا جو بنی تمیم سے تھا، بولا یا رسول اللہ انصاف کیجئے حضور نے فرمایا تیری خرابی ہو اگر میں انصاف نہ کروں تو کون کرے گا اگر میں انصاف نہ کروں تو تو خائب و خاسر ہو جاوے تو جناب عمر نے کہا مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس کی گردن مار دوں فرمایا اسے چھوڑ دو کیونکہ اس کے کچھ ساتھی ہوں گے کہ تم میں سے ہر ایک اپنی نمازیں ان کی نمازوں کے مقابلہ میں اور اپنے روزے ان کے روزوں کے مقابلے میں حقیر جانے گا وہ لوگ قرآن پڑھیں گے قرآن ان کے گلوں سے نیچے نہ اترے گا دین سے ایسے نکل

جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے کہ اس کی نوک اس کے پر اس کی قدح یعنی لکڑی اس کے نوک کے نیچے کو دیکھو تو اس میں کچھ نہیں پا جاتا ہے حالانکہ وہ گوبر اور خون میں سے گذرا ہے ان کی نشانی ایک کالا آدمی ہے جس کے بازوں میں سے ایک بازو عورت کے پستان کی طرح ہوگا یا گوشت کی بوٹی کی طرح جو ہلتا ہو یہ لوگ مسلمانوں کے بہترین فرقے کے خلاف خروج کریں گے۔ ابو سعید نے فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم سے سنی اور میں گواہی دیتا ہوں کہ علی ابن ابی طالب نے ان لوگوں پر جہاد کیا میں آپ کے ساتھ تھا تو آپ نے اس شخص کے متعلق حکم دیا وہ ڈھونڈا گیا اسے لایا گیا حتی کہ میں نے اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی بتائی ہوئی علامت پر دیکھا اور ایک روایت میں یوں ہے کہ ایک شخص آیا دھنسی ہوئی آنکھیں، ابھری پیشانی، گھنی داڑھی، اونچی کنپٹی والا اور سر منڈا ہوا، وہ بولا اے محمد اللہ سے ڈرو تو فرمایا کہ اگر میں اس کی نافرمانی کروں تو اللہ کی اطاعت کون کرے گا مجھے اللہ تعالیٰ زمین والوں پر امین بنائے اور تم مجھے امین نہ جانو ایک شخص نے اس کے قتل کی اجازت مانگی حضور نے منع فرمادیا جب وہ چلا گیا تو حضور نے فرمایا کہ اس کی پشت سے ایک قوم ہوگی جو قرآن پڑھے گی قرآن ان کے گلے سے نہ اترے گا وہ اسلام سے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے وہ مسلمانوں کو قتل کریں گے اور بت پرستوں کو چھوڑ دیں گے اگر میں انھیں پاؤں تو قوم عاد کی طرح قتل کروں۔

ظالموں اور غافلوں کا کہنا ہے کہ یہ ذو الخویصرہ (چھوٹی کوکھ والا) حرقوص بن زہیر ہیں یہ ان میں سے ایک ہیں جنہوں نے علی بن ابی طالب سے مسئلہ تحکیم میں اختلاف کیا تھا۔

جواب :

اسکا جواب کئی جہات سے ہے :

1) حرقوص بن زہیر صحابی رسول ہیں یہ وہی ہیں جنہوں نے اہواز کو فتح کیا تھا میں گواہی دیتا ہوں کسی کے پاس قطعی دلیل موجود نہیں کہ حرقوص ہی ذو الخویصرہ (چھوٹی کوکھ والا) ہیں۔ حرقوص وہ شخصیت ہیں جن کو جناب عمر بن خطاب نے اہواز فتح کرنے والے لشکر کا سپہ سالار بنا کر بھیجا تھا تو تمہاری کیا رائے ہے کہ حضرت عمر اس ذو الخویصرہ (چھوٹی کوکھ والے) کو سپہ سالار بنا کر بھیجیں گے ؟ اور مذکورہ روایت میں حضرت عمر ہی فرما رہے ہیں کہ یا رسول اللہ کیا میں اس ذو الخویصرہ (چھوٹی کوکھ والے) کی گردن اڑا دوں ؟ کیا عمر نے اس بات کو نظر انداز کردیا اور جناب حرقوص کو سپہ سالار بنادیا ؟

2) اس روایت میں ہے کہ ذو الخویصرہ (چھوٹی کوکھ والا) وہ کالے رنگ کا آدمی ہے اور حرقوص تو جزیرۃ العرب کے رہنے والے تھے افریقہ کے حبشی نہیں تھے۔

3) ذو الخویصرہ (چھوٹی کوکھ والا) والی روایت قطعی طور پر جھوٹی حدیث ہے کیونکہ یہ قرآن مجید کے مطابق نہیں ہے بلکہ اسکے خلاف ہے کیونکہ قرآن اس پر ناطق ہے کہ قرآن کے سوا کوئی وحی نبی کریم پر نہیں اتری اور اس روایت میں نبی غیب کی خبر دے رہے ہیں کہ اسکی اولاد پیدا ہوگی وہ ایسا ویسا کرے گی اور اگر یہ بات نبی کی زبان سے نکلی ہوتی تو اللہ کی کتاب میں بھی ہوتی اور اللہ کے کلام سے آگے نہ بڑھتی کیونکہ حدیث اللہ کی کتاب عظیم کے تابع ہے۔

2) دوسرا اعتراض ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا" آخری زمانے میں ایک جماعت نکلے گی وہ کم عمر ہونگے اور کم عقل ہونگے وہ سب سے بہتر بات کہیں گے اور وہ اسلام سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے انکے ایمان انکے حلق سے نہیں اتریں گے جہاں کہیں بھی تم ان سے ملاقات کرو انہیں مار ڈالو بے شک انکے قتل میں روز قیامت ثواب ملے گا "

جواب :

مخالفوں کا کہنا ہے کہ یہ لوگ محکمہ مشہور بنام خوارج ہیں ۔

اس کا جواب متعدد طریقے سے ہے :

1) اس روایت میں کہا جارہا ہے کہ یہ جماعت آخری زمانے میں نکلے گی جب کہ محکمہ تو علی بن ابو طالب کے دور ہی تھے وہ تو رسول اللہ کے قریب کا زمانہ ہے نہ کہ آخری زمانہ ، لہذا اس روایت کے مصداق محکمہ مشہور بنام خوارج نہیں ہیں ۔

2) روایت کے مطابق وہ لوگ کم عمر ہونگے جبکہ خوارج عمر رسیدہ لوگ تھے ۔

3) روایت کے مطابق وہ لوگ کم عقل ہونگے جب کہ خوارج کبار فقہاء اصحاب رسول اور قراء کے لقب سے ملقب تھے اس دور کے معلمین تھے علی بن ابو طالب کے لشکر سے تھے تو دیکھیں کیسے سازش رچی ہے دشمنان اسلام نے کہ نیک لوگوں کو ایسی روایت کا مصداق بنا ڈالا اور ذرا بھی نہیں سوچا کہ وہ کیسی صاف غلطی کررہے ہیں یہ اندھے پن اور اپنی مفاد طلبی کے سوا اور کیا ہے ۔

4) مخالفوں نے کہا اسکی ایک روایت میں ہے کہ انکی نشانی یہ ہے کہ وہ سر منڈاوتے ہونگے جب کہ محکمہ قدیم سے اب تک سر کے بال نہیں منڈواتے ۔

5) یہ قطعی طور پر جھوٹی روایت ہے کیونکہ یہ قرآن مجید کے مطابق نہیں ہے بلکہ اسکے خلاف ہے کیونکہ قرآن اس پر ناطق ہے کہ قرآن کے سوا کوئی وحی نبی کریم پر نہیں اتری اور اس روایت میں نبی غیب کی خبر دے رہے ہیں کہ اسکی اولاد پیدا ہوگی وہ ایسا ویسا کرے گی اور اگر یہ بات نبی کی زبان سے نکلی ہوتی تو اللہ کی کتاب میں بھی ہوتی کیونکہ حدیث اللہ کی کتاب عظیم کے تابع ہے ۔

3) تیسرا اعتراض یہ ہے کہ بخاری میں ہے انکی علامت یہ ہوگی کہ وہ قرآن خوب پڑھتے ہونگے اور وہ انکے حلقوں سے نیچے نہیں اترے گا اور یہ صفت ہم نے محکمہ میں پائی ہے ۔

جواب یہ ہے کہ قرآن خوب پڑھنا پھر وہ انکے حلق سے نہ اترنا یہ محکمہ کی صفت نہیں ہے بلکہ وہ تو اہل اللہ تھے انہوں نے دین پر عمل کیا جیسے کرنا چاہیئے تھا یہ صفت تو فرقہ پرست مولوی ملاؤں کی ہے کہ مسجدوں اور اپنے مدرسوں اور جامعات میں خوب قرآن پڑھتے ہیں دن رات قال اللہ و قال رسول اللہ کرتے ہیں لیکن نہ اسے سمجھتے ہیں اور نہ اس پر عمل کرتے ہیں اور اپنے اسلاف اور اماموں اور پیروں اور فقیروں کو دین کا آقا بناتے ہیں انہی کی فتووں سے دین کے فیصلے کرتے ہیں اور انہیں ہی کو حلال و حرام کا حکم و ثالث بناتے ہیں اب بولو اس روایت کے مطابق تو انکا قتل بھی واجب ہوگیا کیونکہ اس روایت میں ہے کہ اگر تم انکو پاؤ تو قتل کردو۔

ہر فرقہ دوسرے فرقہ کو جو متشدد ہو اس پر یہ جھوٹی روایتیں منطبق کرتا رہتا ہے اور انہیں بدنام کرتا رہتا ہے اور یہ ہی کام

محکمہ اور انکے انصار کے ساتھ ہوتا رہا ہے یہ بس بدنام کرنے کا ایک طریقہ ہے تاکہ لوگ حق سے دور ہوجائیں۔

4) مخالفین کہتے ہیں کہ روایت میں بتایا گیا وہ چکنی چپڑی باتیں کرتے ہونگے اور یہ ہی محکمہ ہیں۔

جواب ہے کہ نہیں، چکنی چپڑی باتیں تو دنیا کی اکثریت کرتی ہے اپنا کام نکالنے کے لئے اور اپنے دیگر مفاد حاصل کرنے کے لئے اور بعض اوقات بڑی جعل سازی سے گفتگو کرتے ہیں کہ لوگ انکی باتوں میں آجاتے ہیں تو کیا سارے واجب القتل ہے اور تم انہیں خوارج بولو گے؟

5) مخالفین کی طرف سے پھلائی ہوئی افواہ یہ ہے کہ محکمہ کی شاخ ازارقہ اپنے سوا سب کو کافر سمجھتے ہیں یہ یک دم جھوٹ ہے کیا یہ ظالم انکی طرف سے یہ بات یقینی طور پر ثابت کرسکتے ہیں؟ کبھی نہیں کرسکیں گے سوائے مشکوک تاریخی کہانیوں کے تو کیا تم اللہ سے نہیں ڈرتے اور اللہ کی ہدایت کے بغیر اپنی خواہش کی پیروی کرتے ہو! ہاں یہ بات ضرور ہے کہ فقہاء محکمہ معاصی پر تکفیر کرتے ہیں یہ تو بعض معاصی پر بہت سے دیگر فقہاء بھی تکفیر کرتے ہیں مثلا صلوۃ کے تارک پر فقہاء کی ایک جماعت تکفیر کرتی ہے یوں ہی زکوۃ نہ دینے والے پر بھی اور کوئی فقیہ کسی گناہ پر تکفیر کرے یا نہ کرے ہمارے لئے اللہ کی کتاب ہی اس بات کے لئے کافی ہے کہ ہر گناہ اللہ کے ساتھ کفر ہوتا ہے یہ ایک الگ بات ہے لیکن یہ بات جھوٹ ہے کہ محکمہ کی شاخ ازارقہ اپنی رائے سے مخالفت رکھنے والے کو کافر کہتے ہوں جب کہ مخالف اجتہاد کررہا ہو۔ محکمہ کی شاخ جماعت ازارقہ پر بھی ان شاء اللہ دلائل کے ساتھ مناسب گفتگو کریں گے۔

6) چھٹا اعتراض یہ ہے کہ روایت کیا گیا ہے کہ رسول اللہ نے کہا" خوارج آگ کے کتے ہیں"۔

اسکا جواب متعدد طریقے سے ہے:

1) یہ قول رسول اللہ کی طرف منسوب ہے حالانکہ رسول اللہ کے دور میں تو جماعت محکمہ تھی ہی نہیں تو رسول اللہ کن لوگوں کو خوارج کہہ رہے ہیں خوارج کا لقب محکمہ کو بعد میں انکے مخالفوں نے دیا ہے ورنہ آج کل تو مجاہدین کی ہر جماعت کو منافقین خوارج کا لقب دے رہیں ہیں یعنی جس کو من میں آئے خوارج کہہ دو اور یہ روایت اس پر فٹ کردو! یہ کیا جاہلیت ہے اور یہاں بریلوی اور شیعہ وہابیوں کو خوارج کہتے ہیں اور آج کل فوج پاکستانی طالبان کو خوارج کا لقب دے رہی ہے کیونکہ ان سے انکی جنگ چل رہی ہے اور حنفی مشرکین اپنی جان بچانے کے لئے داعش کو خوارج کہہ رہیں ہیں تو اسکا مطلب تو یہ ہی ہوا جس کو چاہو خوارج کہہ دو اور اپنی دوکان چلاتے رہو۔

2) خوارج کا معنی ہوتا ہے "نکلنے والے لوگ" ہم کہتے ہیں روایت میں خوارج سے مراد دین سے نکلنے والے لوگ جیسے مسیلمہ کذاب یا اور دیگر مرتدین یہ آگ والے ہیں لیکن محکمہ تو اللہ کی نیک بندے اور فقہاء و معلمین تھے اسکی گواہ خود علی بن ابو طالب کی طرف سے تاریخ میں منقول ہیں انکی رائے یہ بتائی گئی کہ محکمہ نہ مشرکین ہیں کیونکہ وہ شرک سے بھاگ چلے ہیں نہ منافقین ہیں کیونکہ وہ اللہ کو بہت یاد کرتے ہیں بس وہ غلط فہمی کا شکار ہوگئے ہیں۔

3) یہ روایت اس علماء کی رائے کے بھی خلاف ہے جو محکمہ کے خلاف ہیں اکثری رائے یہ بتائی جاتی ہے کہ محکمہ فاسق نہیں ہیں بلکہ ان پر انکے نظریات کے حساب سے ہی فیصلہ کیا جائے گا۔

4) اس روایت سے غیبی معنی نکالنا کہ رسول اللہ نے پہلے سے بتادیا کہ ایک گروہ آئے گا جسے خوارج بولیں گے اور وہ جہنمی ہوگا ایسا غیبی معنی قرآن حکیم کے خلاف ہے کیونکہ ایسی بات بغیر وحی کے رسول اللہ کو معلوم نہیں ہوسکتی اور وحی جو رسول پر کئی گئی وہ تو قرآن ہے یہ ایسی کوئی خوارج کے نام سے قرآن میں نہیں ہے لہذا اسطرح کا کوئی غیبی معنی نکالنا مردود و باطل ہے ہم اس مفہوم کو مان کر قرآن عظیم سے کفر نہیں کرسکتے ہمارے لئے اللہ و رسول کا قول ہی کافی ہے۔

مخالفین کا محکمہ کے حوالے سے دوہرا معیار:

مخالفین نے محکمہ پر باغی طاغی کی گردانیں پڑھیں اور انہیں اس معنی میں خوارج کہا کہ انہوں نے علی بن ابو طالب کے خلاف خروج کیا یا تقوی و اللہ کی اطاعت سے خروج کیا تو ہم کہتے ہیں چلیں ٹھیک ہیں ایسے لوگ باغی طاغی خارجی ہیں تو پھر ہمیں بتائیں جناب عائشہ و طلحہ و زبیر اور جنگ جمل میں جو بھی صحابی و تابعی علی بن ابو طالب کی بیعت سے خروج کرکے انکے خلاف قتل و قتال کررہے تھے کیا وہ خارجی باغی طاغی نہیں تھے جب کہ انہوں نے تو خلیفہ مسلمین کی بیعت کرکے توڑدی تھی ؟ اسی اصول کے مطابق یہ سب خارجی فسادی ہوئے لیکن ساری بد تمیزی محکمہ کے خلاف کیوں ؟ امت مسلمہ کی اکثریت کا اس پر اتفاق ہے کہ جنگ صفین میں خلیفہ علی حق پر تھے اور معاویہ اور انکی جماعت باطل پر تھی جنہوں نے کئی صحابہ قرن اول اور تابعین کا قتل کیا تو حق سے تو انہوں نے بھی خروج کیا اسکے باوجود بھی یہ سب خارجی فسادی نہیں اور ساری بداخلاقی و مذمت محکمہ اہل نہروان کے خلاف کیوں ؟ یہ ڈبل اسٹنڈرڈ اور دوہرا اصول کیوں ؟ یہ فرقہ پرستی نہیں تو اور کیا ہے یہ سب اسوجہ سے کہ اگر جو بھی خلیفہ علی کے خلاف جنگ صفین و جنگ جمل میں اٹھے انہیں بھی اصول کے مطابق باغی طاغی خارجی بولیں تو اپنے بڑوں کا مذہب خطرے میں پڑھ جاتا ہے اور انکا مذہب جھوٹا ہوجاتا ہے وہ تو شروع سے معاویہ اور انکی جماعت اور اصحاب جمل کو خلیفہ مسلمین کے خلاف ناحق بغاوت اور طاغیانہ حکومت اور قتل مسلمین کے باوجود نیک پرہیزگار بولتے آرہے ہیں اور کہتے ہیں وہ تو اجتہادی مسئلہ تھا تو اگر یہ اجتہادی مسئلہ تھا تو جنگ نہروان اور محکمہ کا اختلاف اجتہادی مسئلہ کیوں نہیں کہلایا ؟

مخالفین کے نزدیک محکمہ ناحق خروج کرنے والے خارجی ہیں اور سخت مذمت کے مستحق ہیں جب کہ جنگ جمل اور جنگ صفین میں یہ لوگ خلیفہ کے ساتھ مل کر دین و خلافت اسلامیہ کی بقا کی جنگ لڑرہے تھے اور اپنی جانیں دے رہے تھے اور اسکے مقابلے میں اصحاب معاویہ و اصحاب جمل کی لڑائی بالاتفاق دین اور خلافت اسلامیہ کو فنا کرنے کی درپے تھی اور محکمہ تو اسے روک رہے تھے لیکن اسکے باوجود معاویہ اور انکی جماعت اور اصحاب جمل کے مقابلے میں محکمہ و اصحاب نہروان ان سے زیادہ مذمت کے مستحق کیوں ہیں ؟

اہل نہروان صحابہ جو جنگ نہروان میں شہید ہوئے :

1) اہل نہروان (خوارج) کی شخصیات جو جنگ نہروان میں شہید ہوئیں ان میں سے عبد اللہ بن وہب الراسبی ہیں زرکلی انکا تعارف کرتے ہوئے کہتے ہیں یہ اہل علم و رائے اور صاحب فصاحت و شجاعت تھے انہوں نے نبی کو پایا اور عراق کی فتوحات میں سعد بن ابو وقاص کے

ساتھ حاضر تھے اور انہوں نے نبی کو پایا ہے عالم اہل رائے خطیب فصیح شجاع اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے صحابہ نے انہیں علی کی بیعت ختم کرنے کے بعد امام کے منصب پر فائز کیا۔

2) حرقوص بن زہیر السعدی یہ خلافت عمر کے دور میں لشکروں کے سپہ سالار تھے اہواز کو انہوں نے ہی فتح کیا۔

3) زید بن حصن یا حصین الطائی یہ بھی صحابی قرن اول ہیں ابن حجر نے انہیں الاصابہ میں قسم اول میں شمار کیا اور ابو المؤثر اور البرادی نے انہیں صحابی شمار کیا۔

4) شجرہ بن اوفی الاسلمی یہ وہ صحابی رسول ہیں جو غزوہ بدر میں رسول اللہ کے ساتھ حاضر تھے جنکا ذکر قرآن میں ہے۔

5) عبد اللہ بن شجرہ السلمی یہ ان صحابہ میں سے مانے جاتے ہیں جنہوں نے رسول اللہ سے درخت کے نیچے بیعت لی تھی اور انکا ذکر قرآن میں آیا تھا اور اللہ نے فرمایا تھا اللہ کا ہاتھ انکے ہاتھوں پر ہے۔

6) شریح بن اوفی یا ابو اوفی بن ضبعہ العبسی انہیں بھی درخت کے نیچے رسول اللہ کی بیعت کرنے والوں میں شمار کیا گیا ہے۔

7) نافع یہ بھی صحابی ہیں۔

8) عمیر بن الحارث الانصاری یہ صحابی جنگ بدر کے مجاہد ہیں۔

9) ابو عمرو بن نوفل یہ بھی صحابی ہیں۔

10) ھرم بن عمرو الانصاری ابن عبد البر نے انہیں صحابہ میں داخل کیا۔

11) ثرملہ برادی اور قلہاتی نے انہیں صحابی رسول اللہ شمار کیا۔

12) الخریت بن راشد السامی الناجی ابن عبد البر نے انہیں صحابی رسول شمار کیا یہ جنگ صفین و جمل میں علی کے ساتھ تھے۔

محکمہ مشہور بنام خوارج کی شاخیں:

محکمہ اولی کی بنیادی طور پر سات شاخیں ہیں اور یہ شاخیں آپس میں فروعی اختلافات کی وجہ سے کی جاتی ہیں۔

1) ازارقہ 2) نجدات 3) بیھسیہ 4) عجاردہ 5) ثعالبہ 6) اباضیہ 7) صفریہ

محکمہ اولی

یہ وہ حضرات ہیں جنہوں نے خلیفہ علی بن ابو طالب کی صلح صفین کرنے اور اسکی پاسداری واجب ماننے اور ابو موسی اشعری و عمرو بن العاص کو اللہ کی نافرمانی پر ثالث بنانے پر انکی بیعت توڑ کر عبد اللہ بن وہب الراسبی کی بیعت کی اور ان میں سے بعض جنگ نہروان میں شہید ہوگئے۔

1) ازارقہ

یہ حضرات امام نافع بن ازرق کی طرف منسوب ہیں اور انکے ہم نظر ہیں اور نافع بن ازرق کبار تابعین میں سے ہیں یہ عبد اللہ بن عباس کے شاگرد ہیں اور نجدہ بن عامر کے استاد ہیں۔ جب عبید اللہ بن زیاد سن 54 ہجری میں بصرہ کا گورنر تھا تو وہ اہل حروراء کے

خلاف سخت ہوگیا اور انکے سربراہ مرداس بن حدیر التمیمی کو 61 سن ہجری میں قتل کردیا اور جب عبد اللہ بن زبیر نے امویوں کے خلاف بغاوت کا اعلان کیا تو نافع بن ازرق کے ساتھ حروری مکہ کی طرف متوجہ ہوگئے اور شامی لشکروں سے عبد اللہ بن زبیر کے ساتھ مل کر قتال کیا حتیٰ کہ یزید بن معاویہ 64 سن ہجری میں مرگیا پھر ابن زبیر کی بیعت کرلی گئی ۔

ازارقہ کے مشہور موقف یہ ہیں :

1) زانی کے لئے رجم باطل ہے کیونکہ قرآن اسے قبول نہیں کرتا ۔

2) ہر وہ شخص جو قتال فی سبیل اللہ فرض ہونے کے بعد اس سے بلا عذر بیٹھا ہوا ہو وہ کافر ہے ۔

3) کفار کی بچے بھی کافر ہی ہوتے ہیں ۔

4) اسلامی سلطنت قائم ہوجانے کے بعد دار الکفر سے دار الاسلام کی طرف بلا عذر شرعی ہجرت نہ کرنے والا کافر ہیں ۔

5) جب کفار سے جنگ ہوگی تو انکے بچے اور انکی عورتیں بھی قتل کردی جائیں گئیں کیونکہ وہ بھی کافر حربی ہیں ۔

6) جب غیر شوہر کسی عورت پر تہمت زنا لگائے اور شرعی شواہد نہ لا پائے تو اس پر حد قذف ہوگی لیکن عورت یا کوئی مرد کسی مرد پر تہمت زنا لگائے تو اس پر حد قذف نہیں ہے ۔

7) تقیہ (کسی کے ڈر سے باطل کا ارتکاب کرنا) حلال نہیں ہے ۔

جناب نجدہ اور جناب نافع کے درمیان خطوط سے مباحثہ :

جناب نجدہ یہ محکمہ کی شاخ نجدات کے امام ہیں یہ جناب نافع بن ازرق کے شاگرد ہیں جنہیں کچھ غلط فہمی کے ساتھ خبر ملی کہ نافع کا موقف یہ ہے کہ کفار کے بچے بھی کافر ہیں اور جو بھی جنگ نہیں کررہا ہے وہ کافر ہے اور جو بھی ہجرت نہیں کررہا ہے وہ بھی کافر ہے تو نجدہ نے نافع کی طرف ایک خط لکھا :

"بسم اللہ الرحمن الرحیم میرا آپکے ساتھ عہد ہے اور آپ یتیم کے لئے ایسے ہیں جیسے رحیم باپ ہو اور کمزور کے لئے نیک بھائی ہو آپکو اللہ کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت نہیں پکڑتی اور آپ کسی ظالم کی مدد کی رائے نہیں رکھتے آپ اور آپ کے ساتھی بھی ایسے ہی ہیں کیا آپ کو آپکا قول یاد نہیں ہے کہ اگر مجھے علم نہ ہوتا کہ امام عادل اپنی ساری رعایہ کے اجر کی مثل ہوتا ہے تو میں دو مسلم مردوں کے کام کا سربراہ نہیں بنتا پھر جب آپ نے اپنے نفس کو اللہ کی طاعت میں اسکی خوشنودی کے خاطر بیچ دیا اور آپ حق کی نگینے کو پہنچے پھر آپ اسکی کڑوہٹ پر سوار ہوگئے شیطان آپ کے لئے فارغ ہوگیا اور کوئی بھی ایسا نہیں ہے جو آپ اور آپ کے ساتھیوں سے زیادہ شیطان کو کھلنے والا ہو پھر اس نے آپ کو غلطی میں ڈالنا چاہا اور غلطی میں ڈالا پھر آپ غلطی میں جاپڑے کہ آپ نے ان لوگوں کی تکفیر کردی جن کو اللہ نے اپنی کتاب میں معذور مانا ہے یعنی جہاد سے بیٹھنے والے مسلمین اور کمزور مسلمین تو اللہ نے فرمایا اور اسکا قول حق ہے اور اسکا وعدہ سچا ہے لیس علی الضعفاء ولا علی المرضی ولا علی الذین لا یجدون ما ینفقون حرج اذا نصحوا للہ و رسولہ یعنی "کمزور پر اور مریض پر اور ان لوگوں پر جو خرچ کے اسباب نہیں پاتے کوئی حرج نہیں ہے جب وہ اللہ اور اسکے رسول کے لئے

مخلص ہوں " پھر اللہ نے انہیں بہت اچھا نام دیا فرمایا ما علی المحسنین من سبیل یعنی "نیکوکاروں کے خلاف کوئی راہ نہیں " پھر آپ نے بچوں کا قتل حلال مان لیا جب کہ رسول نے اس سے منع کیا اور اللہ نے فرمایا کوئی نفس دوسرے نفس کا بوجھ نہیں اٹھاتا اور جو جنگ سے بیٹھ جاتے ہیں انکے بارے میں اللہ نے بھلی بات کہی ہے اور اللہ نے مجاہدین کو بیٹھنے والوں پر فضلیت دی ہے یا آپ نے نہیں سنا اللہ نے فرمایا ہے لا یستوی القاعدین من المؤمنین غیر اولی الضرر یعنی "جنگ سے بیٹھنے والے مؤمنین جو ضرر والے نہیں ہیں " تو اللہ نے انہیں مؤمنین قرار دیا اور ان پر مجاہدین بالاموال کو فضلیت دی اور آپ کی رائے ہے کہ جو آپ کی مخالفت کرے اسکی امانت نہیں لوٹا سکتے جب کہ اللہ نے حکم دیا ہے کہ امانات کو انکے اہل کیطرف واپس کیا جائے تو اللہ سے ڈریں اور اپنے نفس کے لئے غور کریں اور ڈریں اس دن سے جب کوئی والد اپنے بچے کو نفع نہ دے سکے گا اور نہ ہی بچہ تو اللہ نے ذکر کیا ہے کہ وہ گھات میں ہے اور اسکا فیصلہ عدل ہے اور اسکا قول قول فیصل ہے "۔

تو امام نافع نے جواب میں خط لکھا :" بسم اللہ الرحمن الرحیم اما بعد میرے پاس تمہارا خط آگیا ہے جس میں تم مجھے نصیحت کررہے ہو اور مجھے زجر کررہے ہو اور تم اس حق کو بیان کررہے ہو جس پر میں ہوں اور جس درستی کو میں ترجیح دیتا ہوں اور میں اللہ سے سوال کرتا ہوں کہ وہ مجھے ان لوگوں میں سے کردے جو بات کو توجہ سے سنتے ہیں پھر اس میں سے سب سے بہتر بات کی اتباع کرتے ہیں اور تم نے مجھے اس معاملے میں عیب لگایا ہے جو میرے نزدیک ہے یعنی جہاد چھوڑ کر بیٹھنے والے کی تکفیر اور بچوں کا قتل اور امانت کو حلال سمجھنا تو جلد میں تمہارے لئے انکی تشریح کرونگا ان شاء اللہ تو رہی بات جہاد چھوڑ کر بیٹھنے والوں کی تو وہ ان لوگوں کی طرح نہیں ہیں جنکا تم نے ذکر کیا ہے جو رسول اللہ کے دور میں تھے کیونکہ وہ لوگ مکہ میں مجبور و مقہور و محصور تھے وہ بھاگنے کا کوئی راستہ نہیں پاتے تھے اور نہ ہی مسلمین سے ملنے کی کوئی راہ پاتے تھے وہ دین کے فقیہ اور قرآن پڑھنے والے لوگ تھے اور انکا راستہ واضح ہے اور تم جانتے ہو جو اللہ نے فرمایا ان جیسے لوگوں کے بارے میں جب انہوں نے کہا کنا مستضعفین فی الارض یعنی "ہم زمین میں کمزور تھے " تو انہیں کیا گیا الم تکن ارض اللہ واسعۃ فتھاجروا فیھا یعنی "کیا اللہ کی زمین وسیع نہیں تھی کہ تم ہجرت کرجاتے " اور اللہ نے کہا فرح المخلفون بمقعدھم خلف رسول اللہ وکرھوا ان یجاھدوا باموالھم وانفسھم فی سبیل اللہ یعنی پیچھے رہ جانے والے جو اپنے بیٹھنے سے خوش ہوئے رسول اللہ کے پیچھے اور انہوں نے اللہ کی راہ میں اپنے نفس اور اپنے اموال سے پوری کوشش کرنے کو ناپسند کیا " اور فرمایا و جاء المعذرون من الاعراب لیؤذن لھم یعنی عرب کے دیہاتی معذرت کرتے ہوئے آئے کہ انہیں اجازت دے دی جائے " تو اس نے انکی ناانصافی کی خبر دی ہے اور یہ کہ انہوں نے اللہ اور اسکے رسول کو ٹھکرایا اور فرمایا سیصیب الذین کفروا منھم عذاب الیم یعنی ان میں سے جنہوں نے ٹھکرایا جلد انہیں دردناک عذاب پہنچے گا " تو دیکھو انکے ناموں اور انکی علامتوں کیطرف اور رہی بات کفار کے بچوں کی تو اللہ نے نبی نوح مجھے سے اور تم سے زیادہ جانتے ہیں اے نجدہ تو انہوں نے کہا وقال نوح رب لا تذر علی الارض من الکفرین دیارا انک ان تذرھم یضلوا عبادك ولا یلدوا الا فاجرا کفّارا یعنی:" اور نوح نے کہا میرے آقا زمین پر کسی ناشکرے کا گھر مت چھوڑ اگر تو انہیں چھوڑ دے گا تو وہ تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور بدکار کافروں کے سوا کچھ نہ جنیں گے " تو نوح انہیں ان بچوں کو پیدا ہونے سے قبل

ہی کفر سے متصف کیا اور تم یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ تو قوح نوح کے بارے میں ہے آپ اس امت کے بارے میں یہ بات منطبق نہیں کرسکتے کیونکہ اللہ نے فرمایا اکفارکم خیرمن اولئکم ام لکم براءۃ فی الزبر یعنی کیا تمہارے کفار ان(گذشتہ امتوں کے کفار) سے بہتر ہیں یا تمہارے لئے کتابوں میں کوئی براءت موجود ہے " اور یہ لوگ مشرکین عرب کی مثل ہیں ہم ان سے جزیہ قبول نہیں کرتے ہیں اور ہمارے اور انکے درمیان کچھ نہیں مگر تلوار یا اسلام اور رہی بات مخالفین کی امانتوں کو حلال کرنے کی تو اللہ نے انکے اموال حلال کیے ہیں جیسے انکے خون حلال کئے ہیں تو انکے خون بلکل حلال ہیں اور انکے اموال مسلمین کے لئے مال فیء ہے تو اللہ سے ڈر اور اپنے نفس سے رجوع کر کیونکہ توبہ کے سوا تیرا کوئی عذر نہیں ہے اور ہمارے خذلان کی اور ہمیں چھوڑ کر بیٹھنے کی اور ہمارے طریقے کو چھوڑنے کی تمہیں گنجائش نہیں ہے اور سلامتی اس پر ہے جو حق کا اقرار کرے اور اس پر عمل پیرا ہو" ۔

تبصرہ اور شرعی و عقلی جائزہ :

نصوص قطعیہ سے یہ بات بلکل واضح و ظاہر ہے کہ جب قتال فرض ہوجائے تو اسکے لئے پوری کوشش کرنا فرض ہے اور جب اسلامی سلطنت قائم ہوجائے تو دارا لکفر کے مسلمین پر فرض ہے کہ وہ دار الاسلام کیطرف ہجرت کرجائیں اور شدید عذر کے بغیر دار الکفر میں نہ رہیں اور کفار کے بچوں کے بارے میں دلائل تو آپ دیکھ ہی چکے ہیں اور فاسقوں کے اموال بھی اللہ نے حرام نہیں کئے ہیں تو ظاہر ہے کہ امام نافع بن ازرق کے استدلالات جناب نجدہ بن عامر کے استدلالت پر غالب رہے اور کافر کے بچے کو اللہ نے کافر کے حکم میں رکھا ہے اس پر کافر والد یا والدہ کے گناہ کا بوجھ نہیں ڈالا اور کتابوں میں اس قول کو بعض فقہاء کی طرف بھی منسوب کیا ہے اور اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے لہذا لا تزر وازرۃ وزر اخری والی آیت سے اعتراض نہیں ہوسکتا اس آیت کا مطلب ہے کہ کسی کا گناہ دوسرے کے ذمہ ڈال دیا جائے اور پہلے والے کو بری کردیا جائے کوئی کسی کا گناہ اپنے سر نہیں لے سکتا ۔ ہر بچہ کافر کا ہو یا مسلم کا وہ فطرت پر ہی پیدا ہوتا ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ کافر کے بچہ کافر کے حکم میں نہیں ہے بلکہ فطرت پر پیدا ہونے کا مطلب ہے کہ اسکے والدین اور اسکے اکابرین و معلمین اسے گمراہ نہ کریں تو وہ اپنی فطری عقل استعمال کرکے ہدایت پر آسکتا ہے اور رسول اللہ نے فرمایا "مشرکین کے بچے آگ میں ہیں"

جماعت ازارقہ کی حکومتیں

کہا جاتا ہے کہ محکمہ کی سب سے زیادہ تعداد جماعت ازارقہ میں ہی تھی اور انکی حکومت اھواز و انکے اطراف اور اسکے آگے جو فارس کے شہر ہیں اور کرمان میں انکی حکومت رہی لیکن یہ زیادہ عرصہ قائم نہیں رہیں انکے پہلے امیر المؤمنین کبار تابعی نافع بن ازرق تھے پھر انکی وفات کے بعد قطری بن فجاءۃ المازنی خلیفہ بنے اور عوام نے انہیں امیر المؤمنین قرار دیا ۔

2) نجدات :

یہ لوگ نجدہ بن عامر یا عاصم کے ہم نظر یا انکی طرف منسوب ہیں یہ بھی ازارقہ سے نکلی ہوئی ایک جماعت ہے جنہوں نے نجدہ کی بیعت کرلی تھی اور انہیں امیر المؤمنین قبول کرلیا تھا ۔

نجدات کے مشہور مواقف :

1) انہوں نے کہا دین کی دو قسمیں ہیں پہلی قسم ہے کہ اللہ اور اسکے رسولوں کی معرفت اور مسلمین کے خون کو حرام قرار دینا اور جو کچھ اللہ کی طرف سے آیا ہے اسکا بالجملہ اقرار کرنا یہ سب پر واجب ہے اور لاعلمی اس میں عذر نہیں اور دوسری قسم یعنی جو بھی اسکے سوا احکام شرعیہ ہیں لوگ اس میں معذور ہیں حتی کہ ان پر حلال و حرام میں حجت قائم ہوجائے اور انہوں نے کہا جو خطاکار مجتہد کو قیام حجت سے قبل ہی کافر قرار دے وہ خود ہی کافر ہے ۔

2) جس مسلم پر متعین حد واقع ہوتی ہے تو ممکن ہے کہ اللہ اسے معاف کردے اور اگر اللہ انہیں عذاب دے گا تو آگ کا عذاب نہیں دے گا پھر وہ جنت میں داخل کردے گا لہذا اس سے بری ہونا جائز نہیں

3) نجدہ بن عامر کی رائے میں اہل عہد و ذمہ کا خون اور انکے اموال تقیہ کی حالت میں حلال ہیں اور جو انہیں حرام کرے وہ ان سے براءت کا فیصلہ کرتے تھے ۔

4) نجدہ نے کہا جو کوئی گندی نظر دیکھے یا جھوٹ بولے اور اس پر اصرار کرے تو وہ مشرک ہے اور جو زنا کرے یا شراب پیئے اور چوری کرے وہ مشرک نہیں اگرچہ اصرار نہ کرے اور شراب کی سزا کے بارے میں بڑی سختی کی ہے ۔

5) تقیہ (کسی کے ڈر سے باطل کا ارتکاب کرنا) قول و عمل میں جائز ہے حتی کہ تقیہ کے طور پر کسی کو قتل کرنا پڑے تو یہ بھی کرسکتا ہے ۔

سجستان ، خراسان و کرمان و قہستان کے محکمہ بھی شاخ نجدات سے تعلق رکھتے تھے ۔

امام نافع بن ازرق کی رائے یہ بتائی جاتی ہے کہ وہ تقیہ (کسی کے ڈر سے باطل کا ارتکاب کرنا) کو حلال نہیں سمجھتے تھے انکی دلیل یہ آیتیں ہیں فرمایا یا أیھا الذین آمنوا من یرتد منکم عن دینہ فسوف یأتی اللہ بقوم یحبھم ویحبونہ أذلۃ علی المؤمنین أعزۃ علی الکافرین یجاھدون فی سبیل اللہ ولا یخافون لومۃ لائم یعنی " اے مؤمنوں تم میں سے جو بھی اس کے دین سے پھرے گا تو جلد اللہ ایسی قوم کو لائے گا وہ جن سے محبت کرتا ہوگا اور وہ اس سے محبت کرتی ہوگی مؤمنین پر نرم ہوگی اور ناشکروں پر سخت ہوگی وہ اللہ کی راہ میں پوری کوشش کرے گی اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرے گی " اور فرمایا أتخشونھم فاللہ أحق أن تخشوہ إن کنتم مؤمنین (البراءۃ: ۱۳) یعنی " کیا تم ان سے ڈرتے ہو تو اللہ اسکا زیادہ حقدار ہے کہ تم اس سے ڈرو اگر تم مؤمن ہو " اور فرمایا الذین یبلغون رسلت اللہ ویخشونہ ولا یخشون احدا الا اللہ وکفی باللہ حسیبا (الاحزاب: ۳۹) یعنی " (گذشتہ انبیاء و صلحاء وہ لوگ تھے) جو اللہ کے پیغامات کی تبلیغ کرتے تھے اور وہ اس سے ڈرتے تھے اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے تھے اور اللہ کا حساب کافی ہے "

لیکن جناب نجدہ نے ان سے اختلاف کیا اور تقیہ کو جائز قرار دیا انکی دلیلیں یہ ہیں قال رجل مؤمن من آل فرعون یکتم ایمانہ (غافر: ۲۸) یعنی " اس مؤمن مرد نے کہا جو فرعونیوں میں سے تھا اپنا ایمان چھپاتا تھا " اور فرمایا لا یتخذ المؤمنون الکفرین اولیاء من دون المؤمنین و من یفعل ذلک فلیس من اللہ فی شیء الا ان تتقوا منھم تقاۃ و یحذرکم اللہ نفسہ و الی اللہ المصیر (آل عمران "۲۸) یعنی " مؤمنین ٹھکرانے والوں کو ساتھی نہ بنائے دیگر مؤمنوں کو چھوڑ کر اور جو بھی ایسا کرے گا تو اسکا اللہ سے کوئی تعلق نہیں مگر یہ کہ تم ان سے

بچنا چاہو اور اللہ تمہیں خود سے ڈراتا ہے اور انجام اللہ ہی کی طرف ہے"۔

میں کہتا ہوں یہاں بھی امام نافع کی رائے ہی قرآن کے مطابق ہے اور جناب نجدہ سے اجتہادی غلطی ہوئی کیونکہ ایمان چھپانے کو بلکل کوئی بھی حرام نہیں مانتا لیکن ایمان تو وہیں چھپائیں گے نا جہاں چھپانے کی اجازت ہو اور ہر قسم کے ڈر و خوف میں ایمان چھپانا اور باطل کا ارتکاب کرنا حلال نہیں ہوجاتا یہ تو اللہ کے خلاف انسانوں سے ڈرنا ہوا یہ کفر ہے بلکہ وہ اس صورت میں ہے جب قتل یا بہت سخت نقصان کا خوف ہو مثلا ہاتھ و پاؤں توڑ دیئے جانے کا خوف ہو جو حد حرج تک ہو یعنی سخت تنگی کی حالت ہو تب یہ حلال ہے اس پر تو نصوص شاہد ہیں لیکن مطلقا یہ حلال نہیں یہ ہی اسکا مشروع طریقہ ہے۔

3) بیھسیہ

یہ محکمہ کی تیسری شاخ ہے جو ابو بیھس ھیصم بن جابر کی طرف منسوب ہیں عثمان بن حیان المزنی نے ابو بیھس کے ہاتھ اور پاؤں علیحدہ کر کے قتل کر دیا تھا۔

بیھسیہ کے مشہور مواقف:

1) علم و اقرار اور عمل یہ سب ہی ایمان ہیں تو جو دل سے اللہ کے پیغام کو تسلیم کرے اور عمل سے تسلیم نہ کرے مطلب اس حکم پر عمل نہ کرے وہ مؤمن نہیں۔

2) کھانے کی غذاؤں میں انکی رائے میں صرف چار اشیاء حرام ہیں جنکا ذکر سورۃ الانعام: 145 میں ہے۔

3) مؤمنوں کے بچے مؤمن اور کافروں کے بچے کافر ہیں۔

4) انسان مؤمن کہلائے گا جب وہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار کرے اور جو کچھ بھی اللہ کی طرف سے نبی لائے ہیں اس سے مختصر طور پر قبول کرے اور اللہ کے احکام کا علم نہ ہو تو انکے بارے میں سوال کرے اور حرام حکم سے لاعلمی اسے کوئی نقصان نہیں دیتی حتی کہ جب وہ اس سے آزمایا جائے تو پوچھے اور اگر کسی کام کے بارے میں علم تھا کہ وہ حرام ہے پھر اس نے اسے کیا تو اس نے کفر کیا۔

5) ان میں سے بعض کی رائے یہ تھی کہ کوئی شخص اگر گناہ کرے تو اسے کافر نہیں کہیں گے جب تک اسے امام والی کے پاس نہ لے جائیں اور وہ سزا جاری کرے۔

6) ان میں سے بعض کی رائے ہے کہ اگر نشہ حرام طریقے سے نہ ہو تو جو کچھ وہ نشہ میں کرے اور بولے اس پر پکڑ نہیں ہے

محکمہ میں سے صالح بن مسرح بھی ہیں انہوں نے بشر بن مروان کے خلاف جنگ کا آغاز کیا تو بشر نے انکی طرف جنگ کے لئے ایک شخص کا بھیجا جسکا نام حارث بن عمیرہ ہے یا اشعث بن عمیرہ ہے تو حجاج نے اسے ان سے جنگ کے لئے متعین کیا پھر صالح بن مسرح کا زخم پہنچا تو اس وجہ سے انکی جگہ شبیب بن یزید بن نعیم الشیبانی کو خلیفہ بنا دیا گیا جنکی کنیت ابو صحاری ہے یہ وہ ہی ہیں جو کوفہ پر غالب آگئے اور حجاج کے لشکروں کے الحمد للہ چوبیس 24 سپہ سالاروں کو قتل کیا پھر اہواز کی طرف شکست خوردہ ہو کر نکل گئے اور

اہواز کی نہر میں چھلانگ لگادی ۔

4) عجاردہ

یہ عبد الکریم بن عجرد کے ہم نظر ہیں یہ انکے مشہور مواقف یہ ہیں :

1) بچے سے بری ہونا ضروری ہے حتی کہ اسے اسلام کی دعوت دی جائے اور جب وہ بالغ ہوجائے تو اسے دعوت دینا ضروری ہے۔

2) مشرکین کی اولاد آگ میں ہوگی اپنے آبا کے ساتھ ۔

3) وہ مال کو مال فیء نہیں سمجھتے تھے جب تک اسکا مالک قتل نہ ہوجائے ۔

4) وہ جہاد سے بیٹھنے والوں کو ساتھی مانتے تھے جب کہ وہ انکی دیانت کو پہنچانتے ہوں۔

5) وہ ہجرت کو مستحب مانتے تھے واجب نہیں ۔

6) کبیرہ گناہوں پر تکفیر کرتے ہیں یہ موقف قریب سارے محکمہ کا ہے ۔

منقول ہے کہ یہ جماعت سورہ یوسف کو قرآن کا حصہ نہیں مانتی تھی لیکن یہ بات ان سے یقینی طور پر ثابت نہیں ۔

5) ثعالبہ

یہ حضرات ثعلبہ بن عامر کے ہم نظر ہیں انکے مشہور مواقف یہ ہیں :

1) وہ بچوں کو اپنا ساتھی مانتے تھے بڑے ہوں یا چھوٹے حتی کہ ہم انکی طرف سے حق کا انکار اور ظلم پر رضامندی دیکھیں ۔

2) وہ غلاموں سے زکوۃ لینا درست مانتے ہیں جب کہ وہ غنی ہوں

3) غلاموں کو زکات دینا صحیح سمجھتے ہیں جب وہ محتاج ہوں

4) کسی بھی اہل قبلہ سے جنگ کی ابتدا نہیں کی جاسکتی جب تک انہیں دین کی دعوت نہ دے دی جائے اگر وہ قبول نہ کریں تو ان سے جنگ کی جائے گی ۔

6) اباضیہ

یہ حضرات عبد اللہ بن اباض کی طرف منسوب ہیں یہ انکے ہم نظر ہیں جو مروان بن محمد کے ایام میں نکلے تھے تو اس نے انکی طرف عبد اللہ بن محمد بن عطیہ کو بھیجا تو اس نے ان سے مقام تبالہ میں جنگ کی اور اباضیہ اب بھی سیاست و سلطنت کے ساتھ عمان میں موجود ہیں اوریمن اور تونس اور لیبیا اور الجزائر میں موجود ہیں ان کی کتابیں دنیا میں دستیاب ہیں تحریری اور ایپلیکشن کی صورت میں جن میں وہ اپنے مواقف کا دفاع دلائل کی بنیاد پر کرتے ہیں اور مسلمین میں سب سے اچھے اخلاق والے کہلاتے ہیں ۔ میرے شاگرد نے مجھے بتایا کہ اباضیہ کے بارے میں بعض لوگوں نے برائی کی ہے لیکن میں خود عمان ان سے ملاقات کرکے آیا ہوں وہ دیگر مسلمین سے زیادہ بااخلاق ہوتے ہیں کیونکہ انکے نزدیک کبیرہ گناہ کا مرتکب کافر ہوتا ہے لہذا وہ گناہوں سے بچنے میں بہت احتیاط برتتے ہیں اباضیہ کے بارے میں انکے فکری مخالفین سے بھی ہم نے تعریفیں سنی ہیں خیر جن کو انکے بارے میں اور اخبار حاصل کرنی ہوں تو وہ نیٹ پر انکے

بارے میں چھان بین کرے ۔
اور انکے مشہور مواقف یہ ہیں :
1) انکی رائے میں جو موحد کبیرہ گناہ کا ارتکاب کرتا ہے لیکن شرک اکبر نہیں کرتا تو وہ منافق ہیں وہ اسے کافر النعمۃ کہتے ہیں اور اس سے دنیا میں کافرانہ سلوک نہیں کرتے لیکن آخرت میں اسے ہمیشہ کے عذاب کا مستحق مانتے ہیں۔
2) یہ حضرات موحدین عاصیوں سے نکاح اور دیگر دنیاوی معاملات حلال مانتے ہیں ۔
3) یہ حضرات اللہ کی صفات کو اللہ کا عین مانتے ہیں ۔
4) مشرکین کے بچوں کے بارے میں سکوت کرتے ہیں اور وہ اللہ کے فضل کے طور پر جنت میں داخل ہوسکتے ہیں ۔
5) اللہ اپنے عذاب و ثواب کے وعدے کی مخالفت نہیں کرتا ۔
6) عہد رسول میں جو منافقین تھے وہ موحدین تھے مگر انہوں نے کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کیا تھا اس وجہ سے منافق تھے ۔
7) ایمان صرف دل سے اللہ کے حکم کی تصدیق کا نام نہیں بلکہ عمل سے بھی تصدیق ہوگی تو ایمان ہوگا یہ قریب سارے محکمہ کا موقف ہے ۔
8) جو کسی کبیرہ گناہ کا ارتکاب کرے مثلاً زنا یا ناحق چوری تو یہ شخص کافر ہے لیکن مشرک نہیں ۔

7) صفریہ یا زیادیہ

یہ زیاد بن اصفر کے ہم نظر ہیں انکے مشہور مواقف یہ ہیں :
1) یہ جہاد سے بیٹھنے والوں کی تکفیر نہیں کرتے جب وہ دین و اعتقاد میں درست ہوں
2) رجم کو مانتے ہیں
3) یہ مشرکین کے بچوں کو کافر اور ابدی جہنمی نہیں مانتے
4) یہ تقیہ کرنے کو قول میں حلال مانتے ہیں اور عمل میں حلال نہیں مانتے ۔
5) جن اعمال پر مخصوص سزا وارد ہوئی ہے وہ عمل کرنے والے کو کافر مشرک نہیں کہیں گے مثلاً زنا کرنے والے کو کافر نہیں زانی کہیں گے ۔

ہمیں محکمہ سے مذہبی وابستگی نہیں

ہماری مذہبی وابستگی صرف اللہ جل شانہ سے ہے محکمہ میں سے نہیں ہے لہذا محکمہ کی جو آراء ہمیں قرآن و حکمت کے خلاف معلوم ہوئیں ہم نے انہیں رد کردیا اور جو قرآن و حکمت کے مطابق معلوم ہوئیں ہم نے انہیں قبول کرلیا یہ مسئلہ ہر انسان کے ساتھ ہے کوئی غلطی سے محفوظ نہیں سوائے اللہ کے لہذا اگر کوئی محکمہ کے حوالے سے کوئی ایسے بات پیش کرے جو انکی طرف سے نہیں ہونی چاہئے تھی اور وہ قطعی طور پر ثابت بھی ہو تو ہم اس سے بری الذمہ ہیں ۔

وفات علی کے بعد معاویہ کا رویہ

علی بن ابو طالب کی وفات کے بعد انکی جماعت نے انکے بیٹے حسن بن علی کی بیعت کرلی اسلام کے دعویداروں کے تین امام ہوگئے ایک معاویہ بن ابو سفیان اور حسن بن علی اور جماعت محکمہ یعنی خوارج کے امام اب مؤرخین میں اختلاف ہے کہ حسن بن علی معاویہ سے اول سے ہی صلح کی رائے رکھتے تھے یا انہوں نے جنگ کی کوششوں کے بعد مجبوری میں صلح کی تھی۔

جو کہتے ہیں شروع سے ہی حسن بن علی صلح چاہتے تھے انکی دلیل یہ بھی بتائی گئی ہے کہ " سب سے پہلے حسن کی بیعت قیس بن سعد نے کی اور انہیں کہا اپنا ہاتھ دراز کریں میں آپ سے اس شرط پر بیعت کروں کہ آپ کتاب و سنت کی مخالفت نہیں کریں گے اور ظالموں سے جنگ کریں گے تو حسن نے انہیں کہا کہ کتاب اللہ و سنت پر بیعت کرو اس سے آگے کی شرط اس میں شامل ہے تو قیس خاموش ہوگئے اور لوگوں نے انکی بیعت کرلی "

کہا جاتا ہے کہ حسن کے متعین شدہ سپہ سالار عبید اللہ بن عباس کو معاویہ نے کہا کہ تمہارے امام حسن میری بیعت پر آمادہ ہوا ہے اور اگر تم بھی ابھی مجھ سے مل جاؤ تو میں تمہیں دس لاکھ درہم دونگا تو عبید اللہ بن عباس رات و رات معاویہ کی طرف چلا گیا۔

تاریخ طبری میں ہے کہ " حسن بن علی نے قیس بن سعد کی خط بھیجا وہ انکی بارہ ہزار فوج پر سپہ سالار تھے اس خط میں وہ قیس کو معاویہ کی اطاعت میں داخل ہونے کا حکم دے رہے تھے تو قیس بن سعد کھڑے ہوئے پھر کہا اے لوگوں تم گمراہ امام کی اطاعت میں داخل ہونے کو اختیار کروگے یا بغیر امام کے لڑنا پسند کروگے ؟ تو لوگوں نے کہا ہم گمراہ امام کا مطیع بننا پسند کریں گے تو انہوں نے معاویہ کی بیعت کرلی اور قیس وہاں سے چلے گئے اور حسن نے معاویہ سے اس بات پر صلح کرلی "

صلح حسن و معاویہ کی اہم شرائط

1) معاویہ بن ابو سفیان مسلمین سے اسلام کے مطابق سلوک کریں گے
2) معاویہ اپنے بعد کسی کو اپنا جانشین نہیں بنائے گا بلکہ اسکا فیصلہ مسلمین کی باہمی مشورے سے ہوگا
3) معاویہ علی بن ابو طالب کی توہین و بے حرمتی نہیں کریں گے
4) معاویہ علی بن ابو طالب کے ساتھیوں کی رعایت کرے گا اور انکے حقوق پامال نہیں کرے گا اور انہیں قتل و غارت و تشدد کا نشانہ نہیں بنائیں گے

صلح حسن کے نقصانات

معاویہ بن ابو سفیان نے صلح کی شرائط مان کر خاموشی سے بیعت تو لوگوں سے لے لی لیکن صلح کو زیادہ عرصہ بھی نہیں گذرا تھا کہ ان شرائطوں کی مخالفت شروع کردی۔ مؤرخ طاہر مقدسی متوفی 355ھ نے معاویہ کے کلمات نقل کئے ہیں " ہر وہ شرط جو میں نے قبول کی تھی اور ہر وہ وعدہ جو میں نے کیا تھا وہ میرے قدموں تلے ہے "۔ یہ پہلی شرط کی مخالفت ہوئی

صلح کی شرط تھی کہ معاویہ خود سے کسی کو امیر نہیں بنائیں گے لیکن معاویہ نے اسکی مخالفت کی کہ " معاویہ نے عبد اللہ بن عمر کی طرف ایک لاکھ دینار بھجوائے پھر جب معاویہ نے یزید کی بیعت لینے کا ارادہ کیا تو ابن عمر نے کہا اب مجھے پتا چلا کہ اس مال کے بھجوانے سے معاویہ کا مقصد کیا تھا اس نے یہ سمجھا کہ میرا دین میرے نزدیک اس قدر سستا ہے "۔یہ بات تو ہر قدیم مذہبی جماعت جانتی ہے شیعہ و سنی و محکمہ و معتزلہ وغیرہ کہ معاویہ نے اپنے بیٹے یزید کو ہی اپنا جانشین بنادیا تھا ۔یہ دوسری شرط کی مخالفت ہوئی

شرط تھی کہ علی بن ابو طالب کو برا بھلا نہیں بولا جائے گا لیکن اسکی بھی مخالفت کی تو مسلم کی روایت میں ہے کہ " معاویہ نے سعد کو حکم دیا کہا کہ تو ابو تراب کی توہین کیوں نہیں کرتا " اور زمخشری نے ربیع الابرار میں لکھا کہ معاویہ میں سے ستر ہزار منبر پر علی کی توہین کی جاتی تھی اور ابن ابی حدید المعتزلی نے شرح نہج البلاغہ میں کہا" معاویہ نے عراق و شام اور ان کے علاوہ دیگر شہروں میں لوگ کے لئے حکم جاری کیا کہ وہ علی کی توہین کریں اور ان سے براءت کا اظہار کریں اس نے اسہی کو اسلام کے منبروں پر رواج دیا گیا یہاں تک کہ بنی امیہ کے دور حکومت میں یہ سنت بن گیا یہ سلسلہ عمر بن عبد العزیز کے دور تک چلتا رہا اس کے بعد عمر بن عبد العزیز نے اس کو ختم کردیا اور ہمارے شیخ ابو عثمان جاحظ نے بیان کیا ہے کہ معاویہ جمعہ کے خطبہ کے اختتام پر کہا کرتا تھا اے اللہ ابو تراب نے تیرے دین میں حدود کی پامالی کیں اور تیرے راستے سے روکا تو اس پر لعنت و عذاب کر اور اسے دردناک عذاب دے اور یہ لکھ کر لوگوں کو پہنچادیا تو یہ وہ کلمات ہیں جو عمر بن عبد العزیز کی خلافت تک منبروں پر کہے جاتے رہے "

شرط تھی کہ علی کے ساتھیوں کے ساتھ برا سلوک نہیں کیا جائے گا لیکن اسکی بھی خلاف ورزی ہوئی ابن اثیر نے الکامل فی التاریخ میں کہا ہے " زیاد نے سمرہ کو بصرہ کا خلیفہ بنایا تو اس میں بصرہ میں بہت قتل کئے ابن سیرین کہتے ہیں زیاد کی غیر موجودگی میں سمرہ نے آٹھ ہزار افراد قتل کردیئے زیاد نے سمرہ سے کہا کیا تمہیں اس مخلوق کو قتل کرتے وقت خوف نہیں آیا ؟ اس نے کہا اگر ان کے ساتھ اتنے مزید قتل کرتا تب بھی مجھے خوف نہ آتا سمرہ نے ایک دن میں میری قوم کے 47 افراد کو قتل کردیا اور وہ تمام کے تمام قرآن کے جمع کرنے والے تھے "۔

صلح علی اور صلح حسن کا اتنا بڑا نقصان ہوا جسکا خمیازہ صدیوں تک امت محمدیہ نے بھگتا ہے کیونکہ ظالم و مرتد امویوں کی سلطنت اس صلحوں کی وجہ سے مضبوط سے مضبوط ہوتی چلی گئی اور بے شمار لوگوں کا قتل ہوا اور اللہ کی کتاب اور اسکے قوانین و احکام کو ذلیل پر ذلیل کیا گیا اور حسین بن علی کا جو حشر دور یزید میں ہوا وہ بھی سب کے سامنے ہے اور کے بعد حجاج کا کردار بھی سامنے ہے یہ سارے ظالم اور دیگر کفار منافقین قاتلین امت محمدیہ جنکے بانی معاویہ ہیں یہ سب اسہی وجہ سے ہوا کہ ان سے مسلمین کی اکثریت نے جنگ ترک کرکے صلح کرلی تھی اور نتیجہ تاریخ میں رقم ہوگیا اور شاید قیامت تک باقی رہے گا اور اول سے آخر تک جو جماعت اس معاملے میں حق پر رہی وہ ہے جماعت محکمہ یعنی خوارج جو بنو امیہ کی ظالم سلطنتوں کے زوال و تباہی کا اہم موجب بنے الحمد للہ اور انکے علاوہ باقی سب نے کسی نہ کسی حالت میں طاغوت کے آگے سر ضرور جھکایا اور اس سے سمجھوتہ کیا ہے لیکن معاذ اللہ سب سے زیادہ خوارج کو ہی بدنام کیا گیا ۔

یزید اور اسکا کردار

یزید بن معاویہ اموی سلطنت کا دوسرا سلطان ہے۔ اس کے خلاف رسول اللہ کے نواسے حسین بن علی نے قیام کیا جس کے نتیجے انکے قتل کا دلخراش سانحۂ رونما ہوا۔ اس نے معاویہ بن ابو سفیان کے بعد تقریبا چار سال حکومت کی اور اس کے دور میں دمشق اس کی حکومت کا دارالحکومت تھا۔ معاویہ بن ابو سفیان نے اپنے بیٹے یزید بن معاویہ کو خلیفہ نامزد کرکے خلافت کے موروثی ہونے کا بیج بو دیا کیونکہ اس سے پہلے کسی بھی اسلامی خلیفہ نے اپنے بعد اپنے بیٹے کو خلیفہ نامزد نہیں کیا تھا۔ اس کے بعد خلافت وراثتی شکل اختیار کر گئی۔ اس کی وفات شام میں ہوئی اور اسے دمشق میں دفنایا گیا۔

یزید کا دادا ابو سفیان اور دادی ہند بن عتبہ فتح مکہ سے پہلے تک پیغمبر اسلام کے بہت سخت دشمن تھے۔جنگ احد میں حضرت حمزہ کا جگر کھانے کی وجہ سے ہند بنت عتبہ "ہند جگر خوار" مشہور ہو گئی۔ فتح مکہ کے بعد رسول اللہ نے مکہ میں موجود اپنے دشمنوں کو "طلقاء" کا نام دیا اور انہیں معاف کرنے کے ساتھ ساتھ انہیں آزاد کر دیا۔ لفظ طلیق طلقاء کا مفرد ہے اور ایسے قیدیوں کیلئے بولا جاتا ہے جو سزا کے مستحق ہوں لیکن انہیں آزاد کر دیا جائے۔ یہ لفظ کنایہ کے عنوان سے انکے لئے باقی رہ گیا۔ بعض روایات کے مطابق علی نے صراحت کی ہے کہ معاویہ اور اسکا والد کبھی بھی ایمان نہیں لے کر آئے اور انہوں نے مجبوری کی بنا پر اسلام کا اظہار کیا تھا۔ اسی طرح علی نے اپنے ایک خط میں معاویہ کو ان طلقاء میں سے شمار کیا ہے جن کیلئے خلافت مناسب نہیں ہے۔

مآخذ کے مطابق یزید کی ماں یسون بنت بحدل عرب کے بدؤوں میں سے تھی اور جب معاویہ نے اس سے نکاح کیا اور اسے شام لے آیا تو وہ وطن سے دوری برداشت نہ کر سکی لہذا معاویہ نے اسے طلاق دے دی اور وہ اپنے وطن واپس آگئی۔ تاریخ نے احتمال دیتے ہوئے کہا ہے کہ اسوقت وہ حاملہ تھی یا یزید اس وقت شیر خواری کی عمر میں تھا۔یزید تین سال اور آٹھ ماہ حکومت کرنے کے بعد 14 ربیع الاول (46) ہجری قمری میں اس دنیا سے چلا گیا اور اسے حُوّارین میں دفنایا گیا۔ موت کے وقت اس کی عمر 38 سال تھی۔ اس کی موت کا سبب ایک قول کے مطابق یہ ہے کہ ایک دن اس نے اپنے بندر کو وحشی گدھے پر سوار کیا تو وہ سرپٹ دوڑا۔ یزید نشے کی حالت میں تھا اس نے بھی اپنی سواری کو دوڑانا شروع کیا تو اس دوران وہ گھوڑے سے نیچے گرا اور اسکی گردن ٹوٹ گئی اور ابن اثیر کے مطابق 64 ہجری قمری میں 14 ربیع الاول کو 38 سال یا 39 سال کی عمر میں فوت ہوا۔ بعض کے نزدیک 63 ہجری میں 35 سال کی عمر پا کر فوت ہو گیا۔ دوران حکومت 3 سال 6 مہینے دوسرے قول کے مطابق 2 سال 8 مہینے ہیں۔ پہلا قول مشہور ہے۔

اکثر تاریخی ماخذ نے اسے ایک فاسق اور ہوس پرست شخص کے طور پر پیش کیا ہے۔ بلاذری اسے ایسا پہلا خلافت اسلامی کا سلطان کہتا ہے جو سرعام شراب خواری جیسے گناہ کرتا تھا۔ مسعودی نے ابو مخنف سے نقل کیا ہے کہ یزید کے دور حکومت میں مکے اور مدینے میں اس کے کارندوں کے ذریعے سرعام فسق و فجور اور شراب خوری رواج پا چکے تھے۔ یزید کی لہو و لعب اور اخلاقیات اسلامی کے اصول کے پابند نہ ہونے کی شہرت اس قدر زبان زد عام تھی کہ حسین بن علی سمیت بعض مشہور اصحاب پیغمبر نے اس کے فسق اور سرعام گناہ کرنے کی تصریح کی ہے۔ یہی وجہ تھی کہ جناب حسن کی وفات کے بعد جب معاویہ نے یزید کیلئے بیعت پر اسرار کرنا شروع کیا تو

اسے مشکلات کا سامنا کرنا پڑا اور حسین، ابن عمر اور عبد اللہ بن زبیر جیسے اصحاب نے بیعت کرنے سے انکار کیا یزید کے متعلق ابن عمر سے منقول ہے: میں اسکی بیعت کروں جو بندروں اور کتوں سے کھیلتا ہے، شراب پیتا ہے اور کھلم کھلا فسق کرتا ہے؟ خدا کے نزدیک ہمارا کیا بہانہ ہے؟

تاریخی مستندات کے مطابق 52 ہجری میں معاویہ اپنے سپاہیوں کے ہمراہ روم کی طرف گیا جن میں کچھ صحابہ اول بھی شامل تھے۔ میں اپنی بیوی ام کلثوم کے ہمراہ ایک جگہ قیام کے دوران وہ عیاشی اور شرابخوری میں مشغول ہو گیا۔ اس کے سپاہی اس سے پہلے آگے جا چکے تھے۔ وہ ایک وبا میں مبتلا ہوئے اور اس وجہ سے ان کا کافی نقصان ہوا۔ اس بات کی خبر جب یزید کو پہنچی تو اس نے ایک شعر پڑھا جس کا مفہوم یہ تھا کہ مسلمانوں کے وبا سے مرنے کا مجھے کوئی خوف نہیں ہے۔ اس بات کی خبر جب معاویہ کو پہنچی تو وہ ناراض ہوا اور اس نے یزید کو فوجی چھاونی بھیجنے کا حکم دیا۔ معاویہ کا لشکر کسی کامیابی کے بغیر شام واپس آگیا۔یزید کا دور حکومت سیاسی لحاظ سے بہت ہی زیادہ پر آشوب دور رہا ہے۔ تین سال اور کچھ مہینوں کی حکومت کا زیادہ تر وقت داخلی حکومت مخالف قیاموں کی سرکوبی اور اسلامی ممالک میں حالات کو معمول پر لانے میں صرف ہوا۔ اس نے اپنی حکومت میں ہر مخالفت کو بڑی سختی سے دبایا۔
حکومت میں اندرونی دگرگونی اور انتشار اس حد تک پہنچ گیا تھا کہ مسعودی اس کے متعلق لکھتا ہے:یزید کی سیرت وہی فرعون کی سیرت تھی بلکہ عام و خاص میں فرعون اپنی رعایا میں انصاف کرنے اور عدل کرنے کے لحاظ سے اس کی نسبت عادل تر اور منصف تر تھا۔ اس اپنی حکومت کے پہلے سال حسین بن علی اور انکے ساتھ کے لوگوں کو قتل کیا۔ دوسرے سال میں رسول خدا کی حرمت مدینے کو پامال کیا اور تین دن تک اپنے سپاہیوں کیلئے اسے حلال قرار دیا اور تیسرے سال کعبہ کو مورد تاخت و تاز قرار دیا۔

یزید کے تخت نشین ہونے کے بعد حجاز کے لوگوں کی ناراضی میں روز بروز اضافہ ہونے لگا۔ اس ناراضی کے اسباب میں سے ایک سبب مکے اور مدینے کو توجہ نہ دینا تھا۔ اس صورتحال نے آہستہ آہستہ بحرانی صورت اختیار کر لی۔ بالآخر والی مدینہ عثمان بن محمد بن ابو سفیان نے مدینے کے بزرگوں کی ایک جماعت کو مناسک حج ادا کرنے کے بعد شام روانہ کیا کہ ہو سکتا ہے یزید جب انہیں انعام و اکرام سے نوازے گا تو ممکن ہے اس طرح مدینے کی فضا یزید کے حق میں بہتر ہو جائے۔ عبد اللہ بن حنظلہ اور ان کے بیٹے و نیز عبد اللہ بن عمرو و منذر بن زبیر بھی اس جماعت کے ہمراہ تھے۔ اس جماعت کو دمشق پہنچنے پر بہت سے انعام واکرام سے نوازا گیا۔ لیکن ملاقات کے وقت یزید حسب عادت شراب خوری کے عالم میں تھا اور اس نے ان کے سامنے لہو لعب کے کام انجام دیئے جس کی وجہ سے وہ لوگ بہت ناراض ہوئے اور جب وہ مدینے واپس پہنچے تو وہ مدینے کے لوگوں کے سامنے کھل کر یزید کے عیوب بیان کرتے اور اسے برا بھلا کہنے لگے۔ مدینے کی فضا مکدر ہو جانے کے بعد یزید نے مدینے کے لوگوں کو ایک بہت سخت لہجے میں نامہ لکھا۔اس نامے نے جلتی پر تیل کا کام کیا اور اہل مدینہ نے اس کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔ جسے روکنے کیلئے یزید نے مسلم بن عقبہ کی سرکردگی میں 12000 ہزار افراد پر مشتمل لشکر مدینہ روانہ کیا۔ اس لشکر نے اہل مدینہ کو تین دن کی مہلت دی کہ وہ دوبارہ یزید کی بیعت کریں۔ لیکن اہل مدینہ نے اسے قبول نہیں کیا۔ جنگ شروع ہوئی جس کے نتیجے میں ہزاروں افراد قتل ہوئے اور لشکر کیلئے اہل مدینہ کی عزت و ناموس تک کو تین دن کیلئے

حلال قرار دیا گیا۔یہ واقعہ ہجرت کے 63 ویں سال میں رونما ہوا۔

قیام مدینہ کے ساتھ ہی اہل مکہ نے بھی عبد اللہ بن زبیر کی سربراہی میں قیام کیا اور انکے ساتھ محکمہ کی مشہور جماعت ازارقہ و صفریہ وغیرہ بھی تھی اور انہوں نے شہر مکہ کو اپنے کنٹرول میں لے لیا۔ واقعہ حرہ اور مدینے کے لوگوں کا خون بہانے کے بعد حصین بن نمیر سکونی کی سربراہی میں سپاہ شام نے اہل مکہ سے جنگ کا قصد کیا۔ لشکر نے مکے کا محاصرہ کیا۔ طویل محاصرے کے بعد انہوں نے منجنیقوں سے مکہ پر پتھر برسائے جس کے نتیجے میں کعبہ کو نقصان پہنچا اور اسکو آگ لگائی گئی۔ جب تک یزید کے موت کی خبر لشکر شام تک نہیں پہنچی جنگ جاری رہی۔یزید کے دور حکومت میں داخلی جنگوں اور اس کے خلاف قیاموں کی وجہ سے فتوحات اسلامی کا سلسلہ رک گیا۔ اس نے یورپ کے عیسائیوں سے مصالحت آمیز رویہ اپنایا بلکہ معاویہ کے دور کے وہ مقامات جہاں حکومت معاویہ کا بہت سارا مال خرچ ہوا اور بہت زیادہ جانی نقصان ہوا، یزید نے ان علاقوں سے عقب نشینی اختیار کی نیز رشوت لے کر قبرص کے علاقے سے اپنی فوجوں کو واپس بلا لیا۔ اسی طرح یزید نے ارواد نامی جزیرے میں یزید بن جنادہ بن ابو امیہ کو حکم دیا کہ وہاں پر موجود قلعہ مسمار کرنے کے بعد شام واپس آجائے اسی طرح ردوس نامی جگہ سے بھی اپنی فوجوں کو واپس بلا لیاجبکہ 61 ہجری میں مالک بن عبد اللہ خثعمی کو رومیوں سے جنگ کیلئے بھیجا تھا جو جنگِ شام کے نام سے معروف ہوئی۔یزید نے خوارزم کے شرق میں سمرقند تک پیش قدمی کی نیز اس نے سغد اور بخارا کو فتح کیا۔ 62ویں ہجری میں اہل خوارزم کے ساتھ 400000 درہم کے بدلے میں صلح کی۔ سلم بن زیاد نے سغر میں موجودگی کے دوران لشکر کو خجند بھی بھیجا لیکن اس کی فوج شکست سے دو چار ہوئی۔ پھر خود مرو گیا اور سغدیان سے جنگ کی۔ اسی دوران اسے یزید کے مرنے کی اطلاع ملی۔افریقہ میں عقبہ بن نافع کی قیادت میں سوس ادنی میں فتوحات حاصل کیں۔

یزید کے دور حکومت میں وفات جناب حسین بن علی، واقعہ حرہ اور کعبہ کی بے حرمتی کو دیکھتے ہوئے اہل سنت اور علماء اسکی شخصیت کے متعلق مختلف نظریات رکھتے ہیں:

1) اہل سنت میں سے ایک گروہ اس کے کفر کا قائل ہے۔ ابن جوزی اور دیگر نے اس مشہور واقعہ کو اس کے کفر کی دلیل بنایا ہے:
جب حضرت حسین بن علی کے سر کو شام لایا گیا تو یزید نے لوگوں کو جمع کیا اور ان کے سامنے امام کے سر اور دانتوں پر ایک چھڑی سے ضربیں لگاتے ہوئے یہ اشعار پڑھے:

لیت اشیاخی ببدر شھدوا	**جزع الخزرج من وقع الاسل**
کاش کہ میرے بدر کے اسلاف حاضر ہوتے	دیکھتے کہ لمبے کانٹے کے گرنے سے خزرج گھبرا گیا ہے
لاھلوا واستھلوا فرحاً	**ثم قالوا یا یزید لا تشل...**
تو وہ ضرور خوشی سے شور کرتے	اے یزید! تیرے ہاتھ شل نہ ہوں
لعبت ھاشم بالملک فلا	**خبر جاء ولا وحی نزل**
ہاشم نے بادشاہت کا کھیل کھیلا تھا	نہ کوئی خبر آئی اور نہ ہی کوئی وحی نازل ہوئی تھی

2) دوسرا گروہ اس کے کافر ہونے کا قائل نہیں کیونکہ ان کے بقول جن چیزوں سے کسی شخص کا کفر ثابت ہوتا ہے وہ ہمارے نزدیک ثابت نہیں ہیں نیز اس کے کفر کے برعکس یہ مشہور روایت ہے: جب یزید کے سامنے امام کا سر لایا گیا تو اس نے امام کیلئے اللہ سے رحمت طلب کی اور کہا کہ تمہیں اس شخص نے قتل کیا ہے جسے آپ کے ارحام اور آپ کی قوم کا پتہ ہی نہیں تھا۔ اس شخص نے تمہیں قتل کر کے میرے خلاف ہر مومن اور فاجر شخص کے دل میں عداوت ڈال دی ہے ...پس اصل یہ ہے کہ وہ مسلمان تھا۔

3) تیسرا گروہ توقف کا قائل ہے۔

4) ابو الفرج ابن جوزی اپنی تصنیف الرد علی المتعصب العنید المانع من ذم یزید میں لکھتے ہیں کہ مجھ سے سائل نے سوال کیا کربلا کی جنایت کی وجہ سے یزید پر لعن کرنا جائز ہے یا نہیں؟ تو میں نے کہا کہ احمد بن حنبل جیسے پرہیزگار علما اس پر لعنت کرنے کو جائز قرار دیتے ہیں۔ نیز قاضی ابو یعلی، اس کا بیٹا، سفارینی، ابن محب الدین حنفی تفتازانی، سیوطی اور دیگر بھی اسی کے قائل ہیں۔

یزید کا نام لے کر لعنت کرنے میں اختلاف ہے۔ ابن جوزی نے احمد بن حنبل سے منقول ہے کہ نام لے کر لعنت کرنا جائز ہے۔ ابن حجر نے ابو یعلی کی ایک کتاب کا ذکر کیا ہے جس میں اس نے لعنت کے مستحق اشخاص کے نام ذکر کئے ہیں اس کتاب میں رسول اللہ کی یہ روایت مذکور ہے: من اخاف اھل المدینۃ ظلماً أخافہ اللہ وعلیہ لعنۃ اللہ والملائکۃ والناس اجمعین۔ جس نے بھی اہل مدینہ کو ظلم کرتے ہوئے ڈرایا اللہ اسے ڈرائے گا، اللہ، ملائکہ اور تمام لوگوں کی اس پر لعنت ہو۔۔

جمہور علماء کہ جن میں سے ابن صلاح، غزالی، ابن تیمیہ، ابن حجر ہیثمی وغیرہ ہیں، لعنت کو جائز نہیں سمجھتے ہیں۔

5) حسن نے کہا ہے کہ یزید کے فاسق ہونے پر تمام نے اتفاق کیا ہے۔

یزید کے بارے میں ہماری رائے:

یزید بن معاویہ کا فسق قطعی طور پر منقول ہے ہم اس بات کو ٹھکرانے والے نہیں کہ بعض خبریں یزید کے بارے میں جھوٹی بھی بنائی گئی ہونگیں لیکن ہر بات ہی جھوٹ ہے یہ بھی ایک جھوٹ ہے جب قطعی طور پر اسکا فسق منقول ہے تو ہمارے نزدیک اسکی تکفیر کرنے اور اس پر لعنت کرنے یعنی دنیا اور آخرت میں اللہ کی رحمت سے دور ماننے میں کوئی حرج نہیں۔

واقعہ کربلا:

یہ وہ واقعہ ہے جس میں جناب حسین اور انکے ساتھیوں کے بے دردی سے منافقین مرتدین یعنی عبید اللہ بن زیاد کے بھیجے ہوئے لشکر نے قتل کر دیا کیونکہ وہ یزید بن معاویہ کے فاسق فاجر ہونے کی وجہ سے بیعت نہیں کر رہے تھے۔

دراصل یزید کی حرکتوں کیوجہ سے لوگ اسکی بیعت نہیں کر رہے تھے لیکن چند افراد امام کی حیثیت رکھتے تھے اگر ان سے بیعت لے لی جاتی تو بڑی تعداد یزید کی بیعت کر لیتی اسہی وجہ سے یزید نے عبد اللہ بن عمر، عبد اللہ بن زبیر اور حسین بن علی سے زبردستی بیعت لینے اور نہ ماننے پر قتل کرنے کی ہدایت دی تھی امام حسین مدینہ میں تھے تو جب آپ کو معلوم ہوا کہ اب امن ختم ہوگیا ہے تو آپ

اپنے اصحاب کے ساتھ مکہ روانہ ہوگئے۔ حسین بن علی مکہ میں چار مہینہ رہے اور کوفہ کے شیعوں کوجب معلوم ہوا کہ امام حسین نے بیعت نہیں کی ہے اور وہ مکہ میں ہیں تو وہ انہیں کوفہ بلانے کے لئے خطوط بھیجنے لگے اور کثرت سے خطوط بھیجے تو عراق کا جائزہ لینے کے لئے جناب حسین نے اپنے چچا زاد بھائی مسلم بن عقیل کو بھیجا تاکہ وہ واپس آکر انہیں حالات کی اطلاع دیں تو مسلم وہ پہنچ کر لوگوں سے امام حسین کی بیعت لینے لگے اور آپ کا ساتھ دینے کا وعدہ کیا تو جب مسلم نے بیعت کرنے والوں کی کثرت کو دیکھا تو انہوں نے امام حسین کو کوفہ آنے کا مشورہ دیا۔

جب یزید کو یہ خبر ملی تو اس نے کوفہ کے گورنر نعمان بن بشیر کو ہٹا کر عبید اللہ بن زیاد کو گورنر بنادیا جو بصرہ کا بھی گورنر تھا۔ ابن زیاد نے گورنر بنتے ہی اہل کوفہ کو ڈرانا دھمکانا شروع کردیا جسکا نتیجہ یہ نکلا کہ کوفی شیعوں نے مسلم بن عقیل کو ساتھ چھوڑنا شروع کردیا حتی کہ رات تک وہ اکیلے ہی رہ گئے اور انکے پاس چھپنے تک ہی جگہ نہیں تھی پھر انہیں پکڑ کر ابن زیاد کے پاس محل میں لایا گیا حتی کہ انہیں شہید کردیا گیا لیکن شہادت سے قبل مسلم بن عقیل نے عمر بن سعد جو کوفہ کے لشکر کا سپہ سالار تھا اسکے ذریعے امام حسین کاپیغام بھیجا کہ وہ کوفہ نہ جائیں۔

امام حسین ایک جماعت کے ساتھ مکہ سے کوفہ روانہ ہورہے تھے تو عبد اللہ بن عباس اور محمد بن حنفیہ اور عمرو بن سعید بن عاص کی فوج نے بھی انکا راستہ روکا لیکن آپ نے اپنا سفر جاری رکھا جب عبید اللہ بن زیاد کو یہ علم ہوا کہ حسین کوفہ آرہے ہیں تو اس نے حصین بن نمیر کے ماتحتی میں چار ہزار کا لشکر روانہ کیا جس کا ایک گروہ جو حر بن یزید الریاحی کا لشکر تھا اس نے حسین کا سامنا ہوا پھر اس نے کہا کہ مجھ اس بات پر مامور کیا گیا ہے کہ میں آپ کو ابن زیاد کے پاس لے جاؤں تو حسین نے اپنی ساتھیوں سے واپس لوٹنے کے لئے کہا تو حر اور اسکے ساتھیوں نے انکا راستہ روک لیا اور کہا کہ اگر آپ ہمارے ساتھ جانا نہیں چاہتے تو آپ ایسے راستے پر چلیں جو نہ کوفہ جاتا ہو نہ مدینہ جاتا ہو پھر حسینی قافلہ نکل پڑا حتی کہ جب وہ نینوا کے علاقے میں پہنچا تو ابن زیاد کا ایک قاصد حر کے پاس پیغام لے کر پہنچا جس میں لکھا تھا کہ " میرا خط موصول ہوتے ہی حسین کے ساتھ سختی سے پیش آؤ اور اسے کسی بے آب و گیاہ زمین پر رکنے پر مجبور کرو میں نے اپنے قاصد کو حکم دیا ہے کہ وہ تم سے الگ نہ ہو حتی کہ وہ مجھ تک تمہاری اس حکم کی فرمان برداری کاپیغام لائے " یعنی ابن زیاد نے اپنے قاصد کو حر پر جاسوس بنادیا تھا حتی کہ مجبور ہو کر حسینی قافلہ بعض نے کہا دو محرم اور بعض نے کہا پہلی محرم کو کربلا جاپہنچا یہاں سے فرات قریب تھا پھر ابن زیاد نے حسین کی طرف یہ خط بھیجا کہ " اے حسین کربلا میں تمہارے پڑاؤ ڈالنے کی خبر ملی امیر المؤمنین یزید بن معاویہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ چین سے نہ سوؤں اور پیٹ بھر کر کھانا نہ کھاؤں حتی کہ تمہیں قتل کردوں یا کہ تم امیر کی بیعت کرلو " ابن زیاد نے ان کے خلاف لشکر پر عمر بن سعد کو نگران بنادیا اور انہیں مامور کیا کہ ان سے یزید کی بیعت لیں ورنہ قتل کردیں عمر بن سعد حسینی قافلے کو قتل نہیں کرنا چاہتا تھا اسی لئے بار بار مذاکرات کرتا رہا پھر ابن زیاد بھی نخیلہ میں خیمے لگا کر بیٹھ گیا اور کوفہ کے پل پر قبضہ کرلیا تاکہ کوفی جناب حسین اور انکے ساتھیوں نے نہ جاملیں پھر ابن زیاد مختلف لشکروں کو ان چند لوگوں کے خلاف لڑنے کے لئے بھیجتا رہا یہ شاید اس وجہ سے کہ قافلہ حسینی خوفزدہ ہو کر یزید کی بیعت کرلے لیکن ایسا نہ ہوا۔

ابن زیاد نے عمر بن سعد کو حکم دیا کہ حسین اور اسکے ساتھیوں اور پانی کے درمیان حائل ہوجائیں پھر عمر بن سعد نے ایسا ہی کیا لیکن روایت کیا گیا ہے کہ تھوڑی چھڑپ کے بعد اصحاب حسین پانی لینے پر قادر ہوئے اور مشکیزے میں پانی لے کر آئے پھر کہا جاتا ہے کہ عمر بن سعد اور جناب حسین کے درمیان چند بار مذاکرات ہوئے لیکن وہ مفید نہ رہے لیکن پھر عمر بن سعد نے ایک سفارشی خط لکھ کر ابن زیاد کو ارسال کیا کہ "حسین بن علی نے مجھ سے عہد کیا ہے کہ جہاں سے آئے ہیں وہیں چلے جائیں گے یا اسلامی ممالک کے کسی سرحدی علاقے میں چلے جائیں گے اور حقوق و فرائض میں دوسرے مسلمین کی طرح ہونگے اور انکے فائدے اور نقصان میں شریک ہونگے یا پھر خود یزید کے پاس چلے جائیں گے تاکہ وہ انکے بارے میں فیصلہ کرے اور اس فیصلے کو نافذ کرے " لیکن یہ درخواست بھی قبول نہ ہوئی اور ابن زیاد سے عمر بن سعد کے بارے میں یہ طے کردیا کہ اگر عمر بن سعد جنگ کرے تو اسکی اطاعت کرو ورنہ اسھی بھی قتل کردینا اور حسینی لشکر کو بھی مار ڈالنا۔

اس کے بعد ابن زیاد نے عمر بن سعد کو خط لکھا کہ " میں نے تمہیں کربلا اس لئے نہیں بھیجا کہ حسین بن علی سے صلح کرو یا اسکی سلامتی و زندہ رہنے کی آرزو کرو اور میرے پاس اسکی سفارش کرو اگر حسین بن علی اور اسکے ساتھی میرے حکم کے سامنے سرنگو ہوں اور یزید کی بیعت کریں تو انہیں سلامت میرے پاس روانہ کرو اور اگر قبول نہیں کرتے تو ان پر حملہ کرو اور انکا خون بہاؤ اور انکے جسموں کا مثلہ کرو کیونکہ وہ اس کے حقدار ہیں جب حسین مارا جائے تو اس پر گھوڑے دوڑاؤ کیونکہ وہ ظالم ہیں اور میں نہیں سمجھتا کہ اس کام سے انکی موت کے بعد انہیں کوئی نقصان پہنچے گا لیکن یہ اسلئے کہ میں نے اسکا عہد کیا ہے اور اگر تم اسے قبول نہ کرو تو لشکر کو شمر بن ذی جوشن کی تحویل میں دے دو "جب یہ خبر عمر کو پہنچی تو اس نے کہا میں خود اپنی ذمے داری نبھالوں گا اور جنگ کربلا سے قبل دشمنوں کی فوج میں سے حر بن یزید کا لشکر امام حسین کے ساتھ مل گیا تھا خیر جنگ شروع ہوئی دشمنوں کی تعداد 4000 چار ہزار کے قریب بتائی جاتی ہے اور حسینی قافلے کے افراد 72 تھے حسین اور انکے اصحاب کو قتل کردیا گیا اور بعد شہادت انکے جسموں پر گھوڑے دوڑوائے گئے اور شہداء کربلا کے سر کاٹ کر ملعون ابن زیاد کے پاس بھجوایا گیا۔

یزید کا قتل حسین کا شامل ہونا :

بعض وہابیوں کا کہنا ہے کہ یزید قتل حسین میں شامل نہیں تھا لیکن ہمیں تاریخ میں یہ ملتا ہے کہ ان سب کاموں کا حکم یزید نے ہی انہیں دیا تھا لیکن اب ہم ان معاملات کو عقل کے ترازو میں تولتے ہیں :

1) پہلی عقلی دلیل ہے کہ اگر یزید اس معلون حرکات میں شامل نہیں ہوتا تو یزید ضرور عبید اللہ بن زیاد اور اسکے حامیوں کے خلاف لشکر بھیجتا اور جنگ کرتا کیونکہ یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ اتنے ایام تک اتنی بڑی شخصیت کے ساتھ اور اتنا سب کچھ ہورہا ہو اور بادشاہ کو اسکے جاسوسوں نے یا اسکی رعایا کے کسی بھی فرد نے اطلاع نہ کی ہو جب ابن زیاد کو حسین بن علی کی نقل و حرکات و بغاوت کا علم ہوگیا تھا تو کیا یزید کو اسکا علم نہیں ہوا ہوگا ! بلکہ جب بغاوت حسین کا علم جب ابن زیاد کو ہوا تو اس نے یزید کو ضرور اسکی خبر پہنچائی ہوگی پھر اسکے حکم پر ہی یہ سب ہوا۔

2) دوسری عقلی دلیل ہے کہ اگر ابن زیاد اتنے دنوں تک یہ سب کام کرتا رہا یا کم از کم اس سے جناب حسین کو قتل کروادیا تو کیا ایک فرمان بردار گورنر بادشاہ کی اجازت کے بغیر اتنا بڑا کام کرسکتا ہے کہ نواسہ رسول کو قتل کردے اور بادشاہ کا حکم تک نہیں ہے !

3) تیسری عقلی دلیل ہے کہ اگر واقعی یزید کے ہاتھ خون حسین سے رنگے ہوئے نہیں تھے تو وہ ضرور ابن زیاد اور باقی قاتلین حسین و انکے اصحاب کے قاتلوں کو سزا تو دیتا لیکن ایسا کچھ نہیں ہوا لیکن ابن زیاد کو یزید کو عہدے سے برطرف تک نہیں کیا ۔

4) چوتھی عقلی دلیل ہے کہ جناب حسین تو یزید کی بیعت نہ کرنے کی وجہ سے مارے گئے تو انکا یہ اقدام حکومت یزید کے خلاف تھا تو کیا یزید انکی مدد کرتا ! تو اس توجیہ کے حساب سے تو یزید بن معاویہ انکا مخالف و حربی تھا ۔

اعتراض : بعض وہابی کہتے ہیں کہ اگر یزید قتل حسین میں شامل تھا تو حسین پھر یزید کے پاس شام کیوں جارہے تھے !

جواب : امام حسین یزید کے پاس اس لئے جارہے تھے کہ کیونکہ وہ ان سب ناپاک نقل و حرکت حاکم تھا تو ممکن تھا کہ جناب حسین اس سے بات کرکے کوئی تیسری صورت نکال سکتے تھے کہ وہ نہ بیعت کریں گے اور نہ ہی انکی حکومت میں دخل اندازی کریں گے اور دور کہیں زندگی بسر کریں گے لیکن ایسا نہیں ہوسکا تو حسین کا یہ چاہنا کہ وہ شام یزید کے پاس جائیں اس سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یزید خون حسین و خون اصحاب حسین سے آلودہ نہیں ۔

اعتراض : بعض وہابی کہتے ہیں کہ جناب حسین تو یزید کی بیعت کرنا چاہتے تھے تو وہ انہیں کیوں قتل کرے گا !

جواب : تاریخی مصادر اور دلائل عقلیہ سے اس بات کا شائبہ تک نہیں ملتا کہ حسین یزید کی بیعت کرنا چاہتے تھے بلکہ پوری تاریخ و معقولات اسکے خلاف ہیں اگر حسین یزید کی بیعت ہی کرنا چاہتے تھے تو حسین کس سے جان بچا کر مدینہ سے مکہ سفر کرگئے تھے ؟ اور کوفہ جانے سے اہل مکہ کیوں انہیں روک رہے تھے ؟ زیادی لشکر اور حسین بن علی کی مخالفت کس بنیاد پر تھی ؟ یہ واقعہ کربلا کس بنیاد پر ہوا ؟

اعتراض : حسین بن علی کو کس چیز نے بیعت کرنے روک دیا تھا جب کہ بہت سے لوگوں نے یزید کی بیعت کرکے اسکے مطیع ہوگئے تھے !

جواب : یزید کی بیعت اس ہی نے کی تھی جو مرتد تھا یا غافل تھا اہل حق نے کبھی اسکی بیعت نہیں کی ۔

اعتراض : مجبور علماء نے بھی یزید کے ہاتھوں پر مجبوری میں بیعت کرلی تھی تو حسین بھی کرلیتے !

جواب : جان بچانے کے لئے ظالم کے ہاتھوں پر بیعت کرنا فرض ہے جب تک مجبوری رہے لیکن حسین بن علی کی رائے ہم سے مختلف ہوگئی وہ اسے بدستور حرام ہی سمجھتے ہونگے اس وجہ سے انہوں نے سر نہیں جھکایا ۔

اعتراض : جب مسلم بن عقیل کو زیادیوں نے قتل کردیا تھا اور اسکی خبر جناب حسین کو پہنچی تو اسکے باوجود وہ کوفہ کیطرف کیوں نکل گئے ان پر اپنی جان بچانا فرض تھا !

جواب : ممکن ہے کہ حسین اس گمان کے ساتھ کوفہ چلے گئے ہوں کہ جب اہل کوفہ نواسہ رسول کو دیکھیں گے تو ضروری ساتھ دیں گے اور یزید کے خلاف بغاوتی لشکر میں جمع ہوجائیں گے اور اسطرح یزید کی ظالم سلطنت کا خاتمہ ہوسکتا ہے لیکن اسکا الٹ ہوا کہ کوفیوں نے ڈر کے مارے بے وفائی کی اور حسین اور انکے ساتھیوں کو اکیلا مرنے کے لئے چھوڑدیا ۔

میں نے خود ایک وہابی عالم کی زبان سے سنا ہے کہ ہم یزید کا دفاع اس لئے کرتے ہیں کہ اگر ہم اس کا کردار داغ دار کریں گے تو معاویہ کا بھی کردار مجروح ہوگا اور معاویہ نعوذ باللہ انکا امام ہے یہ دراصل اس وجہ سے کہ معاویہ نے ہی تو یزید کو سلطان بنایا تھا تو سوال یہ اٹھے گا کہ جب یزید بدکار تھا تو معاویہ نے بدکار کو کیوں اپنے بعد سلطان بنادیا یعنی اپنے فرقے کے نظریات کو بچانے کے لئے ایک ظالم مرتد کی طرفدار کرتے ہیں لا حول ولا قوۃ الا باللہ اور ظالم کی تعظیم یا طرفداری کرنے والا کافر ہے۔

بعض وہابی کہتے ہیں کہ یزید امیر المؤمنین تھے اور اسکے نام کے بعد رحمۃ اللہ علیہ بھی کہتے ہیں میں کہتا ہوں اللہ ایسے لوگوں کو ہدایت دے یہ وہ لوگ ہیں جو کسی خبر کے ثبوت کے لئے معتبر سند کا ہونا لازم مانتے ہیں جب کہ ان کے پاس انکے پاس اس بات کی کوئی معتبر سند نہیں صحیح بخاری و صحیح مسلم واقعی کسی نیک شخص نے لکھی ہیں جس پر وہابی بڑائی کا اظہار کرتے ہیں۔کسی خبر کے سچے ہونے کے لئے یہ ہی کافی ہے کہ وہ اللہ کی کتاب اور عقل کے خلاف نہ ہو تو اگر کتاب اللہ یا عقل کسی بات کو سچ ماننے اور قرآنی یا عقلی دلائل اس خبر کی صداقت پر شاہد ہوں تو بھی وہ خبر سچی ہی ہے اور تاریخ کے معاملے میں ہمارا فیصلہ عقل پر ہی ہے نہ کہ راویوں پر وہ تو نرے جھوٹے ہیں۔

ظالم اموی سلطنت کا زوال اور اسکے اسباب:

1) محکمہ کا اللہ کی راہ میں جہاد کرنا:

اموی سلطنتوں کے زوال کی قدیم اور بڑی وجہ محکمہ عرف خوارج ہیں۔بنو امیہ کا ایک مستقل دشمن خوارج تھے۔خارجیوں کا ظہور جنگ صفین کے بعد ہوا۔یہ لوگ خلافت کو ایک جمہوری اور انتخابی ادارہ قرار دیتے اور خلیفہ کی اطاعت اس وقت تک ضروری سمجھتے تھے جب تک وہ عدل اور اصلاح کے طریقہ پر قائم رہے اور جب وہ اس راہ سے ہٹ جائے تو اس سے جنگ کرنا معزول کرنا یا قتل کرنا ان کے نزدیک جائز تھا۔یہ لوگ اپنے نظریات میں انتہائی متشدد تھے۔حوصلہ جرات اور بہادری میں یہ لوگ اپنی مثال آپ تھے۔تعداد کی کمی کے باوجود یہ لوگ بنو امیہ کے خلاف میدان عمل میں ڈٹے رہے۔ان لوگوں نے جابجا بغاوتیں کیں اور ایک طویل مدت تک کشت و خون کا سلسلہ برپا کیے رکھا۔ان کے حوصلہ اور جرات کی یہ حالت تھی کہ بعض دفعہ مٹھی بھر خوارج نے ہزاروں اموی سپاہیوں کو شکست دی۔ان کی سرگرمیاں بنو امیہ کے زوال کا سبب بنیں۔

2) خلافت اسلامیہ کی ملوکیت میں تبدیلی

بنو امیہ کی خلافت، اسلامی خلافت کی بجائے شخصی اور موروثی بادشاہت تھی مگر مسلمان شرعی خلافت کے نظام اور خلفائے راشدین کی طرز زندگی کو اپنے لیے نمونہ عمل سمجھتے تھے۔لہٰذا ان کے دل خلافت کی بجائے ملوکیت کے قیام سے ناخوش تھے۔انھوں نے بنو امیہ کے اس طرز عمل کو کبھی پسندیدہ نگاہوں سے نہیں دیکھا تھا۔دوسری طرف اموی خلافت میں شخصی حکومت کی تمام خرابیاں پیدا ہوگئیں۔اس تبدیلی کے خلاف عام مسلمانوں کے دلوں میں زبردست رد عمل موجود تھا۔چنانچہ مخالف عناصر اسی رد عمل سے فائدہ اٹھا کر اکثر خفیہ یا علانیہ بغاوتیں کرتے رہتے جس سے حکومتی نظم و نسق میں ابتری اور کمزوری پیدا ہوئی۔اسی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر عباسیوں

نے ان کا تختہ الٹ دیا۔

3) سانحہ کربلا

خلافت کی نوعیت میں تبدیلی کا بھرپور نوٹس حضرت حسین بن علی نے لیا۔ انھوں نے یزید کی بیعت سے انکار کر دیا۔ اور اہل کوفہ کی مدد سے اس کی حکومت ختم کرنے کا پروگرام بنا کر کوفہ کی راہ لی۔ کوفیوں نے ان کی مدد کرنے کی بجائے ساتھ چھوڑ گئے۔ اس شہادت نے اموی حکومت کے ظالمانہ حیثیت کو بے نقاب کر دیا اور مخلص عوام کے اندر اس کے خلاف نفرت کے شدید جذبات پیدا کر دیے۔ اس کے بعد ہر وہ شخص یا گروہ جو بنو امیہ کی حکومت کا تختہ الٹنے کی دعوت لے کر اٹھتا تھا قتل حسین کے انتقام کا نعرہ لگاتا تھا۔ حقیقت یہ ہے اس نعرہ انتقام کے بغیر عباسی تحریک کو ہر جگہ معاونین کارکن نہیں مل سکتے تھے۔

4) ظالم گورنر

بنو امیہ نے عوام کو دبانے کے لیے ایسے لوگوں کو مناصب حکومت سونپے جو سختی سے عوام کو دبا سکیں۔ ان گورنروں نے وقتی طور پر اموی حکومت کو مضبوط کیا لیکن عوام کے دلوں میں ان کے ظلم کی وجہ سے شدید نفرت کے جذبات پیدا ہوئے۔ حجاج بن یوسف کے ظالمانہ رویہ کے خلاف تو اس کے ماتحت جرنیلوں نے بھی بغاوت کر دی۔ ابن زیاد کے ظالمانہ اقدامات نے عوام اور حکومت کے درمیان نفرت کی خلیج کو مزید وسیع کیا اور اس طرح کے گورنر اس حکومت کو بظاہر مستحکم اور فی الحقیقت کمزور کرتے چلے گئے۔

5) ولی عہدی کا نظام

اموی حکومت کی عمارت میں دراڑیں اس وقت پیدا ہوئیں جب اموی خلفاء نے ایک کی بجائے دو دو ولی عہد مقرر کرنے شروع کر دیے۔ اس کا آغاز بہ امر مجبوری مروان بن حکم نے کیا تھا۔ اس نے خالد بن یزید اور عمر بن سعید بن العاص کو اپنے بعد ولی عہد مقرر کیا۔ اس نے اس تدبیر سے اموی خاندان کو متحد کر کے مرج راہط کی لڑائی جیت لی، لیکن بعد میں دونوں کو اپنے راستے سے ہٹا کر اپنے بیٹے عبد الملک اور عبد العزیز کو یکے بعد دیگرے ولی عہد مقرر کیا۔ عبد الملک نے اپنے دونوں بیٹوں ولید اور سلیمان کو یکے بعد دیگرے ولی عہد مقرر کیا تو اموی خاندان کا اتحاد پارہ پارہ ہو گیا۔ ہر خلیفہ اپنے بھائی کو ہٹا کر اپنے بیٹوں کو حکومت دلوانے کے لیے قبائلی سرداروں کو اپنے ساتھ ملاتا۔ اس طرح داخلی دھڑے بندیوں کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہو گیا جو آخر کار امور حکومت کو بالکل کمزور کر گیا۔

6) قبائلی اور نسلی عصبیتوں کا ظہور

اسلام نے دور جاہلیت کی تمام قبائلی اور جاہلی عصبیتیں ختم کر کے عربوں کو ملت اسلامیہ کے رشتہ سے منسلک کر دیا تھا۔ خلافت راشدہ کے زمانہ تک یہ قبائلی تعصبات دبے رہے لیکن بنو امیہ کے دور میں یہ تعصبات پھر ابھر آئے۔ عرب قبائلی نسلی اعتبار سے دو حصوں میں تقسیم تھے۔ مضری (بنو عدنان) اور یمنی (بنو قحطان) جو حمیری کہلاتے تھے۔ ان دونوں قبائل کے درمیان زمانہ قدیم سے دشمنی چلی آرہی تھی۔ تمام عرب باشندے جو سلطنت کے مختلف حصوں میں جگہ جگہ آباد ہو گئے تھے کسی نہ کسی قبیلہ کے ساتھ بدستور وفاداری کا دم بھرتے تھے۔ شام میں یمنی عنصر کی اکثریت تھی۔ اس لیے اموی حکمرانوں کی اکثریت بالعموم یمنی (حمیری) قبائل کی طرفداری تھی۔

امیر معاویہ چونکہ سمجھ دار تھے اس لیے انھوں نے دونوں گروہوں کو اپنا مطیع بنائے رکھا لیکن مروان اول کے زمانہ میں یہ عداوت اور دشمنی دوبارہ جنم لے چکی تھی۔ بعد کے ادوار میں مختلف خلفاء نے اپنے مخصوص مقاصد اور عزائم کی تکمیل کے لیے ان قبائلی عصبیتوں کو ابھارا۔ یہ کشمکش بالآخر خانہ جنگی کی صورت اختیار کر گئی اور فوج بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکی۔

مروان ثانی کے زمانے میں عربوں کی باہمی آویزش مملکت کے ہر حصہ میں خطرناک صورت اختیار کر چکی تھی۔ سپین، سندھ، شام، عراق اور خراسان سب جگہ عرب باہمی خانہ جنگی کا شکار تھے۔ ابو مسلم خراسانی کی بغاوت کے وقت خراسان میں یمنی و مضری قبائل آپس میں لڑ رہے تھے اور اس نے ان باہمی رقابت کا فائدہ اٹھاتے ہوئے دونوں کو ایک ایک کر کے ختم کر ڈالا اور اس کے ساتھ ہی اموی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔

7) بنو ہاشم اور بنو امیہ کی قدیم آویزش

اسلام سے پہلے مکہ میں بنو ہاشم اور بنو امیہ اہم ترین قریشی قبائل تھے اور دونوں کے درمیان ایک طرح کی رقابت پائی جاتی تھی۔ نبی کے بنو ہاشم میں پیدا ہونے کے سبب بنو امیہ میں سے ایک گروہ ان کی قیادت کو قبول کرنے میں حجاب رکھتا تھا اور بہت دیر تک مقابلہ پر ڈٹا رہا۔ فتح مکہ کے بعد تمام اموی خاندان مسلمان ہو گئے تو کشمکش ختم ہو گئی۔ لیکن شہادت عثمان کے بعد امیر معاویہ کی طرف سے حضرت علی کے خلاف جنگ نے ان جذبات کو دوبارہ زندہ کر دیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ قتل حسین کا انتقام لینے کے لیے نعرے پر چلنے والی تحریک جب بنو عباس کے ہاتھوں میں چلی گئی تو انھوں نے اس کو ہاشمی تحریک کا نام دیا۔ اس طرح قدیم تلخیاں پھر لوٹ آئیں۔ عباسی انقلاب کے بعد جس انداز میں بنو امیہ کا قتل عام ہوا اس میں قدیم قبائلی تعصب کا حصہ بہت نمایاں ہے۔

8) موالی کی ناراضی

موالی وہ غیر عرب تھے جنھوں نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ اسلامی معاشرہ میں عرب اور غیر عرب کے درمیان کسی امتیاز کی گنجائش نہ تھی لیکن اموی حکومت کی ابتدا ہی سے ایک عرب حکومت کا رنگ لیے ہوئے تھی۔ اس لیے ان لوگوں نے عرب اور غیر عرب میں تفریق پیدا کر کے نو مسلموں کو عربوں کے برابر حقوق نہ دیے۔ ان سے جزیہ بھی بدستور وصول کیا جاتا رہا حالانکہ شرعی نقطہ نظر سے یہ ناجائز تھا۔ اس لیے عجمیوں کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ عربوں نے ہمارے علاقے فتح کر کے ہمیں غلام بنا لیا ہے اور اسلام قبول کرنے کے باوجود انھیں عربوں کے مساوی درجہ دینے کے لیے تیار نہیں یہ لوگ اقتصادی بدحالی کا شکار بھی تھے۔ ان پر مختلف قسم کے ناجائز ٹیکس بھی لگائے جاتے تھے۔ اس جذبہ نے پے درپے بغاوتوں کے علاوہ عام بے چینی کو جنم دیا۔ حجاج نے ان پر سختیاں کیں اور ان اقدامات نے ان کے دلوں میں امویوں کے خلاف مزید دشمنی کے جذبات پیدا کیے۔ بالآخر اس طرز عمل نے عجم میں شعوبی تحریک کو جنم دیا اس کی وجہ سے ہی خراسان میں ابو مسلم خراسانی کی تحریک کو نمایاں کامیابی نصیب ہوئی اور عباسی خلافت کے قیام کے لیے راہ ہموار ہوئی۔

9) ایرانیوں کی عرب دشمنی

عرب کی بالادستی کے بعد ایرانیوں نے اگرچہ اسلام قبول کر لیا تھا لیکن ایران کی عظمت رفتہ کے نقوش ان کے ذہنوں میں ابھی تک

محفوظ تھے۔ ابھی کل کی بات تھی کہ ایران اپنی تہذیب و تمدن اور شاہی سطوت و وقار کی بنا پر دنیا کے عظیم ملکوں میں شمار ہوتا تھا۔ ایرانی اپنے اسی شاندار ماضی کی بنا پر عربوں کے مقابلہ میں احساس برتری میں بتلا تھے۔ خلافت بنو امیہ خالص عربی حکومت تھی اس لیے ایرانی ہر اس تحریک کی پشت پناہی کے لیے ہر وقت مستعد اور تیار تھے جس کا مقصد بنو امیہ کی خلافت کا خاتمہ ہو۔ عباسی دعوت کی مقبولیت اور ابو مسلم خراسانی کی کامیابی کی ایک وجہ ایرانیوں کی عرب دشمنی بھی ہے۔ بنو امیہ کی بعض زیادتیوں کی بدولت یہ مخالفانہ جذبات عوامی تحریک کی شکل اختیار کر گئے اور بالآخر خلافت بنو امیہ کے خاتمے کا سبب بنے۔

10) سپہ سالاروں اور اراکین سلطنت کی رسوائی

وہ سپہ سالار اور اراکین سلطنت جنھوں نے اموی سلطنت کی وسعت اور استحکام کے لیے بیش بہا خدمات سر انجام دیں تھیں انھیں خلفائے بنو امیہ نے اپنی شخصی رنجشوں کا نشانہ بنا کر رسوا ہی نہیں کیا بلکہ قید و بند میں ڈال کر قتل تک سے بھی دریغ نہ کیا۔

اس ہمہ گیر بے چینی اور انتشار سے عباسی داعیوں نے پورا پورا فائدہ اٹھایا۔ دعوت عباسی کو بنو ہاشم کے نام پر عوام سے روشناس کرایا گیا۔ خراسان کو اس دعوت اور تنظیم کا مرکز بنا کر عباسی داعیوں کی ایک کثیر تعداد اطراف و اکناف میں پھیلا دی گئی۔ یہ لوگ خفیہ طور پر تاجروں اور پیشہ وروں کے بھیس میں ملک کے مختلف حصوں کے دورے کرتے اور بڑے دردمندانہ انداز میں امام حسین اور خانوادہ خاندان رسول پر کیے گئے مظالم کی تشہیر کرتے۔ اس طرح جب عوامی ذہن ہمہ گیر انقلاب کے لیے تیار ہو گیا تو ابو مسلم خراسانی جیسے باتدبیر رہنماؤں کی قیادت میں اموی حکومت کا تختہ الٹ کر عباسی خلافت قائم کر دی۔

جمادی الاولی/۱۴۴۶/۰۵ وفیہ اتم المفتقر ظہیر الدین بن ذاکر الدین الی ربہ المقتدر ھذا الکتاب فی تاریخ المحکمۃ و اھواء المؤرخین و غفلتھم فی حقھم و اضاعۃ حق سلف الصالحین المحکمۃ المشھور بالخوارج بالعدل و القسط بعون اللہ العلی تعالی عن کل عیب و ردئ و سمیتہ «اھل نہروان سے مؤرخین کا تعصب» ربنا زدنا علما و تقبل عنا ھذا السعی و زادنا نفعا بہ یوم الدین و لک الدین الخالص و سبحانک ربنا و لک العزۃ جمیعا الحمد للہ رب العلمین و سلام علی المرسلین

مآخذ و مصادر

۱) تاریخ الطبری	۶) اسد الغابۃ	۱۱) تاریخ الیعقوبی	۱۶) شرح نہج البلاغۃ لابن ابی الحدید المعتزلی
۲) تاریخ ابن کثیر	۷) الاستیعاب لابن عبد البر	۱۲) انساب الاشراف للبلاذری	۱۷) تاریخ ابن خیاط
۳) تاریخ ابن خلدون	۸) الکامل فی اللغۃ للمبرد	۱۳) غریب، خلافۃ عثمان بن عفان	۱۸) الصواعق المحرقۃ لابن حجر الھیثمی
۴) تاریخ الاسلام للذھبی	۹) الفتوح لابن اعثم	۱۴) وقعۃ صفین لابن مزاحم	۱۹) الرد علی المتعصب العنید المانع من ذم یزید لابن الجوزی
۵) الکامل لابن اثیر	۱۰) اخبار الطوال للدینوری	۱۵) نہج البلاغۃ	

فہرست